

# بشریتِ انبیاءؑ

حضرات انبیاءؑ کے مرتبہ بشریت کی تحقیق و تفصیل  
قرآن مجید کی روشنی میں

[www.IslamicBooksLibrary.wordpress.com](http://www.IslamicBooksLibrary.wordpress.com)

مولانا عبد الماجد ریابادی

مجلد شریعت اسلامیہ

کتاب خانہ اسلامیہ

# فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۴	پیش لفظ
۵	دیباچہ
۶	باب ① عبدیت، بشریت، مسئولیت
۴۱	باب ② قدرت اور انبیاء
۵۱	باب ③ غم اور انبیاء
۵۶	باب ④ غضب اور انبیاء
۵۹	باب ⑤ خوف اور انبیاء
۶۵	باب ⑥ نسیان اور انبیاء
۶۷	باب ⑦ موت اور انبیاء
۷۱	باب ⑧ علم اور انبیاء
۸۵	باب ⑨ طبعی کیفیات و انفعالات
۹۸	باب ⑩ ازواج، اولاد و طلب اولاد
۱۱۵	باب ⑪ زلات و قُرب زلات
۱۲۴	باب ⑫ دُعا، استغفار، مناجات، استعاذہ
۱۳۷	باب ⑬ مخالفت و تکذیب و ایذاء

## پیش لفظ

عم محترم مولانا عبدالماجد دریا بادی نے تفسیر قرآن انگریزی اور اردو کی تکمیل کے بعد قرآنیات سے متعلق چند رسائل مرتب کر کے شائع فرمائے تھے۔ انہیں میں یہ رسالہ بشریت انبیاء بھی تھا۔ پہلا ایڈیشن صدق جدید کا انجمنی لکھنؤ نے شائع کیا تھا یا ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہو چکا تھا۔ اپنی اس کتاب کے بارے میں مولانا نے جو کچھ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرمایا تھا حسب ذیل ہے :-

”ایک اور نئی بالکل نئی چیز ان سب (سیرت نبوی قرآنی، الحوانات فی القرآن وغیرہ) کے بعد حال ہی میں تیار ہو کر نکلی ہے۔ فضائل انبیاء سے اردو لٹریچر بھر ہوا ہے لیکن اس کے مقابل کی چیز یعنی بشریت انبیاء کی طرف شاید کسی کا بھی ذہن ہی نہیں منتقل ہوا اور لازمی طور پر لوگوں کے دماغ غلو فی الحقیقت سے لبریز ہیں۔ بڑی ضرورت اس میں اعتدال پیدا کرنے کی تھی تاکہ عقیدہ توحید کمزور و مجروح نہ ہونے پائے۔ اللہ کے فضل و کرم نے دشگیری کی اور ۱۹۵۹ء یا ۱۹۶۰ء میں ”بشریت انبیاء قرآن مجید“ کے عنوان سے ایک کتاب اوسط ضخامت کی چھپ کر تیار ہو گئی۔“ (آپ بیتی ماجدی صفحہ ۴۷)

مولانا کی یہ کتاب جو اپنے موضوع پر منفرد اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی تھی خاصی مقبول ہوئی اور ملت کے اہل نظر نے اسے بڑی قدر کی نظر سے دیکھا۔ ساتھ ہی عقیدت میں غلو رکھنے والوں اور خدا و شریعت ”خوش عقیدگی“ کے پردہ میں تجاوز کرنے والوں نے اس کتاب پر مخالفانہ اظہار رائے بھی کیا۔

حکیم عبدالقوی دریا بادی ایڈیٹر صدق جدید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## دیباچہ

حضرات انبیاء کے فضائل و مناقب پر اتنا زیادہ لکھا جا چکا ہے کہ اب اس پر اضافہ کی بہ ظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ بلکہ اکثر پچھلوں نے تو محض انگوں کی تحریروں کو دہرا دینے کو کافی سمجھ لیا ہے۔

یہ نے اتنی بڑھی کہ مسئلہ کے دوسرے رخ پر پڑے پڑ گئے۔ اور قرآن مجید نے توحید باری کے خالص دے آمیزش رکھنے پر اتنا زور دیا کہ وہ پہلو نظروں سے غائب ہی ہو گیا۔ اور دلوں میں عقیدہ کچھ ایسا قائم ہونے لگا کہ جیسے حضرات انبیاء حدود بشریت سے تجاوز ہو کر مرتبہ الوہیت پر فائز بھی نہ تھے، جب بھی قریب بہ الوہیت تو ضرور پہنچ گئے تھے۔ اور خیر حضرات انبیاء کا درجہ تو پھر بلند ہے، خوش عقیدگی کے غلو میں ہر ولی، ہر صدیق ہر بزرگ کو بشری تعاضوں سے ماورا سمجھا جانے لگا۔ گویا وہ اس کی چیز ہی نہیں، کہ جھوک پیاس انہیں تنگ، گری سردی سے متاثر نہ ہوں، کسی پر غصہ کریں کسی سے ڈریں یا بھاگیں۔ اور کوئی شے بھی انکے حاطہ علم سے باہر ہو۔ اس قسم کے عقائد، شریعت اسلامی اور قرآن مجید کی صحیح تعلیمات کے یکسر منافی ہیں اور دلوں میں رب العزت کی جو عظمت قائم ہونا چاہیے اس میں محض قرآن مجید نے حضرات انبیاء کو، اکابر انبیاء کو، محض بشر بنا کر پیش کیا ہے۔ اور ان کی بشریت کے ایک ایک جزئیہ کو نمایاں کیا ہے۔ اس عاجز نے جب دیکھا کہ بڑے بڑے اہل علم اس مسئلہ میں خاموش ہیں، اور غلط عقیدوں کے طومار پر طومار لگتے چلے جا رہے ہیں، تو اپنی بے بضاعتی کے پورے احساس کے باوجود خود ہی اس موضوع پر قلم اٹھانے کی جرأت کی، اور چند باب قائم کر کے ان کے ماتحت قرآنی تصریحات اس باب سے نقل کر دیں۔ اسناد کے صحیح حصے کو خلق کے حق میں نافع اور ان کے درمیان مقبول بنائے۔ اور جو حصہ بندہ کی خطا و کج فہمی سے شامل ہو گیا ہو اس سے درگزر فرمائے۔

مضمون کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک ہی آیت کی تکرار مختلف عنوانوں کے ماتحت بعض اوقات

عبدالماجد

ناگزیر ہو گئی ہے۔

دربار باد، بارہ بنکی  
جولائی ۱۹۵۹ء  
محرم ۱۳۷۹ھ



## باب ①

### عبدیت، بشریت، مسئولیت

مشرک قوموں کو بڑی اور اصلی ٹھوکر قبول رسالت کی راہ میں، انبیاء کی بشریت ہی سے لگی ہے۔ وہ اوتار یا مظہر خدا کا عقیدہ تو سمجھ سکتے تھے اس مظہر خدا کی پرستش بھی ان کی سمجھ میں آجاتی تھی۔ لیکن یہ ماننے یا سمجھنے کو کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے، کہ کسی انسان کو بادی بار ہر تو کہا جائے، لیکن پرستش و عبودیت صرف ایک اُن دیکھے خالق و پروردگار کا حق محفوظ رہے۔ ”مسیح اگر سچے ہیں، اور اُن پر ایمان لانا واجب ہے تو بس عبادت کے بھی حقدار وہی ٹھہرے۔“ یہ اُلٹی منطق اُن کے دماغ کے رگ وریشے میں پیوست کئے ہوئے تھی۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ پر ضرب بار بار اور مختلف پیرایوں میں لگائی۔

کہیں ارشاد ہوا کہ :

① مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ (آل عمران، ۸)

کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب اور فہم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بن جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔

اور کہیں یوں ارشاد ہوا کہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ مرسلین و ملائکہ کی عبادت کا حکم دے۔ یہ توصاف تعلیم کفر کی ہوئی۔

② وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

اللہ تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور

الْمَلٰئِكَةُ وَالنَّبِيْنَ اَرْبَابًا اَيُّكُمْ كُفِرَ  
بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذَا اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○  
بیمبروں کو پروردگار ماننے لگو۔ کیا وہ تمہیں حکم  
کفر کا دے گا، بعد اس کے کہ تم مسلمان  
ہو چکے ہو؟ (آل عمران، ۸ ع)

بشریت، اس مشرکانہ منطق میں، منافی تھی رسالت و نبوت کے۔ وہ ہادی ہو  
کیونکر سکتا ہے، جو بشر ہے؟ طنز و تعریض کے ساتھ، ہر دور کے مشرکین، یہی سوال بار  
بار پیش کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی یہ حکایت دہرا دہرا کر نقل کی ہے۔

(۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيهِمْ  
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا  
اَبَشَرُ مِنْهُمْ وَنَا  
یہ (عذاب الہی) اس لئے ہوا کہ ان کے پاس  
ان کے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آتے تھے  
تو یہ (جبر و انکار سے) کہتے تھے کہ کیا ہماری  
ہدایت کوئی بشر (مضحک) کرے گا۔ (التغابن - ۱ ع)

یہ اپنے پیغمبروں کے منہ پر کہتے، کہ تم کیا ہو، بجز اس کے ایک ہمارے ہی جیسے  
بشر ہو (اور بشر بھی کہیں بشر کا ہادی ہو سکتا ہے؟)

(۴) قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ  
مِّثْلُنَا (ابراہیم - ۲ ع)  
تم اور ہو کیا، سوا اس کے کہ ہم ہی جیسے  
ایک بشر ہو۔

(۵) قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ  
مِّثْلُنَا (یس - ۲ ع)  
تم اور ہو کیا، سوا اس کے کہ ہم ہی جیسے  
ایک بشر ہو۔

حضرت صالح پیغمبرِ برحق ہوئے ہیں، اُن سے کہا۔

(۶) مَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعرا - ۸ ع)  
تم بس ہم جیسے ایک بشر ہی تو ہو۔

اور اسی گستاخانہ لہجے میں دوسرے پیغمبرِ برحق حضرت شعیبؑ سے بولے۔

(۷) وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعرا)  
اور تم ہم جیسے ایک بشر ہی تو ہو۔

اور جب سامنے کہنے میں یہ دیدہ دلیری تھی، تو پیچھے کہنے میں کیا باک ہو سکتا تھا،

ایک دوسرے سے کہتے :

(۸) اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا ○ کیا خدا نے رسول بنا کر ایک بشر کو بھیجا

۹

(بنی اسرائیل - ۱۱ ع)

اور کہیں یوں آپس میں چرچے کرتے۔

(۹) هَلْ هَذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ○ یہ (مدعی نبوت) بس ایک بشر ہی تو ہیں،

تم ہی جیسے۔

(الانبیاء - ۱۷ ع)

نوح جیسے پیغمبر جلیل القدر کی یوں آپس میں ہنسی اُڑاتے۔

(۱۰) مَا هَذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ ○ شخص تو بس ایک بشر ہے تم ہی جیسا چاہتا

یہ ہے کہ تم سے بڑتر ہو کر رہے۔ (المومنون - ۲۴ ع)

حضرت نوح کے بعد ایک اور پیغمبر برحق آئے۔ اُن بیچارے کی یوں خرابی لگانی لگی۔

(۱۱) مَا هَذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ ○ بس یہ تو ایک بشر ہیں تم ہی جیسے۔ کھاتے

مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ○ وہی ہیں جو تم کھاتے ہو اور پیتے وہی ہیں جو

تم پیتے ہو۔ اور اگر کہیں تم اپنے ہی جیسے

ایک بشر کے کہنے پر چلنے لگے تو تم تو (بالکل ہی)

کھاٹے میں آگئے !

(المومنون - ۳۴ ع)

پھر جب سینکڑوں ہزاروں برس بعد حضرت موسیٰ و ہارون پیغمبری کا نشان لے کر پہنچے

تو فرعون اور فرعونوں کو قبول حق کی راہ میں بڑی دشواری ان داعیان حق کی بشریت ہی

نظر آئی۔

(۱۲) فَقَالُوا اَاَنُؤْمِنُ بِبَشَرٍ مِّثْلِنَا ○ وہ بولے، کیا ہم ان دونوں پر ایمان لے آئیں

وَقَوْمُهُمْ اَلَا غُلْدُؤُنَ ○ جو ہم ہی جیسے بشر ہیں۔ درآغمالیکہ اُن کی

قوم ہماری محکوم ہے !

(المومنون - ۳۴ ع)

اس سارے طنز و تعریف، تندیب و انکار، تمسخر و استہزاء کے جواب میں یہ کبھی ایک بار بھی نہ ہوا، کہ اُدھر سے اصل حقیقت کے اظہار میں کچھ بھی ضعف آیا ہو، یا بشریت انبیاء کے مرکزی اور کلیدی عقیدے میں کہیں سے کچھ بھی کمزوری پیدا ہونے پائی ہو، بلکہ پیروں کی زبان سے صاف صاف اور دہرے سے کہلایا گیا، کہ بیشک ہم بشر ہی ہیں، اور تم ہی جیسے بشر۔

(۱۳) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ تَخُذُوا اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَكُمْ (ابراہیم-۲۷) ہم بشر ہی ہیں، تم ہی جیسے۔

سرور انبیاء کو ارشاد خصوصی اس کا ہوا ہے کہ اپنی بشریت کا اعلان کرتے رہیں۔

(۱۴) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُ سُوْلًا (نبی اسرائیل-۷) آپ کہہ دیجئے، کہ سبحان اللہ۔ میں بحر اس کے اور ہوں کیا، کہ بشر ہوں، رسول ہوں۔

دوسری بار، اور تیسری بار ایسا ہی تصریحی اعلان بشریت کا حکم ملا۔

(۱۵) قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ (الکہف-۱۲) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں (بس فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔

ہے۔

(۱۶) اَيْضًا (حم السجده-۱۷) (ایضاً)

وصف بشریت ہی سے ملا ہوا ایک پہلو و وصف عبدیت کا ہے۔ مشرکوں کی سمجھ میں یہ عبدیت کا پہلو بھی کبھی نہیں آیا۔ ہر بزرگ، مقدس ہستی، اُن کے خیال میں، بہر حال فوق البشر ہوگی۔ اور جب فوق البشر ہوگی۔ تو عبد محض کیسے ہو سکتی ہے؟ لامحالہ یا تو خدا ہوگی یا نیم خدا، دیوتا یا دیوی۔ اور اس حیثیت سے۔ خالق یا فاطر نہ سہی، لیکن کسی درجہ میں موجود و حاجت روا تو ضرور ہی ہوگی۔ قرآن مجید نے مشرکانہ منطق کے اس مغالطہ کی تردید قدم قدم پر کی ہے، اور پیروں کی عبدیت کا اثبات شد و مد سے کیا ہے۔

سب سے زیادہ قوت و شدت کے ساتھ انکار شاید حضرت مسیحؑ کی عبدیت کا کیا گیا ہے، اور مسیحیوں نے آپؑ کو بجائے عبد کے معبود کے درجہ پر رکھا ہے۔ اس لئے آپؑ کے نام کی تصریح اس سلسلہ میں اور ضروری تھی۔ ارشاد ہوا ہے،

(۱۷) لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ مَسِيحٌ كُوَاسٍ (ذرا بھی) عار نہیں کہ وہ اللہ عَبْدُ اللَّهِ (النسارہ ۲۴) کے عبد ہوں۔

اور مزید تاکید کے لئے اس وصف کو خود آپؑ کی زبان سے دہرایا ہے۔ آپؑ شروع ہی میں اپنی زبان سے کہہ دیا۔

(۱۸) اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اِخْنِي الْكِتَابِ مِثْلُ نَوَاسِطِ الْعَبْدِ هُوَ - اُسی نے مجھ کو کتابی وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ○ (مریم - ۲۷) اور اسی نے مجھے نبی بنایا۔

یہ اثبات عبدیت، دوسرے پیروں کے حق میں بھی ان کے نام کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کے سلسلہ میں ہے،

(۱۹) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرْتَا ○ (مریم - ۱۷) یہ تذکرہ ہے آپؑ کے پروردگار کی مہربانی کا اپنے عبد زکریاؑ پر۔

اور نبی قدیم حضرت نوحؑ کے ذکر میں ان کا نام لینے کے بعد ہے۔

(۲۰) اِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ○ بے شک وہ ایک عبد شکر گزار تھے۔

(بنی اسرائیل - ۱۷)

ایسی ہی مراحت داؤد نبیؑ کے لئے بھی ہے، جو دنیوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بھی پُر قوت تھے۔

(۲۱) وَادْكُرْ عَبْدًا نَادَا وَدَا الَّذِي هُوَ عَبْدٌ دَاؤُذْ بَرِي قُوْتِ وَالْهَ كُوَادِكِيْجِ، اِنَّهُ آوَابٌ ○ (ص - ۲۷) وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

معا بعد، آپؑ کے فرزند سلیمانؑ ذی شان کا بھی ذکر اس وصف کے ساتھ ہے۔

(۲۲) وَوَهَبْنَا لِذَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ○ (ص-۳۷) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، کیا اپنے عبد تھے، بہت رجوع ہونے والے تھے۔ پھر ذکر ایوب علیہ السلام کا ہے۔ اُن کی پیشانی بھی اسی عبدیت کے تمنغے سے مُزین ہے۔

(۲۳) وَادْكُرْ عَبْدًا نَّاسِيًّا ○ (ص-۴۷) یاد کیجئے ہمارے عبد ایوبؑ کو۔ دوبارہ اُن کی مدح پھر اسی وصف کے ساتھ آئی ہے، کیا اچھے بندے تھے، وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔ (ص-۴۷)

تین اور پیغمبران جلیل کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے۔ اور عبدیت سے موصوف ہونے میں تینوں شریک۔

(۲۵) وَادْكُرْ عَبْدًا نَّاسِيًّا اِبْرَاهِيْمَ وَاسْمٰعِيْلَ وَيَحْيٰى وَادْكُرْ اُولٰٓئِیْنَ اُولٰٓئِیْنَ اُولٰٓئِیْنَ ○ (ص-۴۷) اور یاد کیجئے ہمارے عباد ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و یحییٰؑ کو جو بڑے قوت والے اور بڑے بصیرت والے تھے۔

یہ سب تذکرے دوسرے انبیاء کے تھے۔ سید الانبیاءؐ کی عبدیت قرآن مجید نے اور زیادہ تکرار کے ساتھ بیان کی ہے۔

شروع ہی میں جہاں تعارف آپؐ کے سب سے بڑے معجزے قرآن مجید کا کیا ہے، وہاں آپؐ کا لقب کوئی اور نہیں، یہی 'عبد' لایا گیا ہے۔

(۲۶) وَانْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ ○ (البقرة-۲۷) (اے منکرو) اگر تمہیں شک ہے اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے اپنے عبد پر اتاری ہے تو تم بھی ایک سورت اسی کی سی لے آؤ۔



اس اعجازِ قرآنی کے بعد آپ کا ایک دوسرا مشہور و نمایاں معجزہ سفرِ مزاج کا ہے، اس سلسلہ میں آپ کی نسبت مع اللہ کا اظہار اسی وصفِ عبدیت ہی کے ساتھ کیا ہے۔

(۲۷) سُبْحَنَ الَّذِيْ اَسْرَىٰ بِعَبْدِهٖ لَيْلًا  
مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ  
الْاَقْصٰی (بنی اسرائیل - ۱۷)

تیسری جگہ پھر محلِ بطف و عنایت پر آپ کے ذکر میں کفایت اسی وصف پر کی گئی ہے۔

(۲۸) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی  
عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○  
کتاب (اپنے عبد پر نازل کی، تاکہ وہ دنیا  
جہان کے لئے نذیر ہوں۔)

چوتھی بار پھر موقعِ تخصیص پر ذکرِ مبارک اسی وصفِ عبدیت کے ساتھ ہے۔

(۲۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهٖ  
الْكِتٰبَ وَلَهٗ يَجْعَلُ لَهٗ يَوْجًا ○  
ساری ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے  
(یہ) کتاب نازل کی اپنے عبد پر، اور اس  
میں ذرا بھی کمی نہیں رکھی۔ (الکہف - ۱۷)

پانچواں موقع پھر اظہارِ کرمِ خصوصی کا ہے، اور وہاں بھی ذکرِ جمیل اسی عنوان کے ہے۔

(۳۰) هُوَ الَّذِيْ يَنْزِلُ عَلٰی عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ  
بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى  
النُّوْرِ (الحمد - ۱۷)

وہ (اللہ) ایسا ہے جو اپنے عبد پر کھلی ہوئی  
آیتیں نازل کرتا ہے کہ وہ تم کو تاریکیوں سے  
روشنی کی طرف لے آئے۔

یہ سارے مقامات وہ ہیں، جہاں بشریت (اور عبدیت) کا اطلاق حضراتِ انبیاء، خصوصاً سید الانبیاء کی ذات پر صراحت کے ساتھ ہوا ہے لیکن ان کے علاوہ کثرت سے مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں ان کے حق میں وصفِ بشریت صراحتاً نہیں، ولّٰلہٗ یاتقصدنا

لایا گیا ہے یعنی ایسے عوارض بیان کر دیئے گئے ہیں، جو بشریت سے منفک نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لوازم میں داخل ہیں۔

چنانچہ اہم ترین لوازم بشریت سے یہ ہے کہ انبیاء اس دنیا میں غیر فانی نہیں، فنا پذیر ہوتے ہیں، اور ان کے جسد کو ضرورت بدل مایہ تحلل یا کھانے پینے کی برابری رہتی ہے اس کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۳۱) وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آٰلَا يَكُلُوْنَ  
الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝  
اور ہم نے (پیغمبروں کے) جسم ایسے نہیں بنائے  
کہ وہ کھاتے پیتے نہ ہوں، اور نہ وہ (لوگ)  
ہمیشہ رہ جانے والے تھے۔ (الانبیاء - ۱۷)

حضرات انبیاء یہی نہیں کہ عام انسانوں کی طرح فانی ہوتے ہیں، اور کھاتے پیتے ہیں، بلکہ بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں۔

(۳۲) وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ  
اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَشْرَبُوْنَ  
اور ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی رسول بھیجے،  
سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے  
پھرتے بھی تھے۔ (الفرقان - ۲۷)

صاحب اہل و عیال ہونا، اولاد کی طلب و تمنا دل میں ہونا، اس کی دعا کرنا، ازواج کے حق میں دعلے خیر کرنا، یہ سب اوصاف بشری ہیں، اور ان سب کا ذکر اسی کتاب میں ایک دوسرے عنوان کے ماتحت ملے گا۔ سن کا بڑھنا، کہولت میں ضعف جسمانی کا ظاہر ہونا، ضعیفی میں اولاد کی طرف سے مایوسی، یہ بھی سب بشریت ہی کے عناصر ہیں اور ان کی تفصیل بھی اسی کتاب میں ایک مستقل عنوان کے ماتحت ملے گی۔

یہاں محض ضمناء و تذکرے کافی ہوں گے۔ ایک مقام یہ ہے کہ فرشتے حضرت ابراہیم کو فرزند صالح کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ کی نظر اپنے سن پر جاتی ہے، اور ہر بشر کی طرح آپ بھی اس بشارت پر حیران رہ جاتے ہیں۔

(۳۳) قَالَ ابَشِّرْهُمُ فِي عِلَآءِ ابْنِ  
تَشْرِي الْكِبَرِ فَبِعَمَ تَبَشِّرُونَ ○  
(الحج - ۴۷)

(ابراہیم نے) کہا کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو  
اس حال میں کہ بڑھاپا مجھ پر آچکا ہے تو بشارت  
مجھے کا ہے کی دیتے ہو۔

اسباب ظاہری پر نظر کر کے، پیرانہ سالی میں اولاد کی طرف سے مایوسی، خاصہ بشریت ہے۔  
دوسرا موقع یہ ہے کہ حضرت زکریا اپنے لئے اولاد کی دعا کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اپنی  
پیرانہ سالی کے آثار و علامات کا بھی ذکر کرتے جاتے ہیں۔

(۳۴) رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ  
وَاسْتَحَلَّ الرَّاسُ شَيْبًا۔  
(مریم - ۷ - ۸)

اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور پڑ چکی  
ہیں، اور (میرے) سر کے بالوں میں سفیدی  
پھیل پڑی ہے۔

پیرانہ سالی کے یہ آثار و علامات و مقتضیات بشری ہی ہیں۔  
عبدیت کے لوازم میں سے مسئولیت، عبودیت، اور مکلف بہ احکام شرع ہونا بھی  
ہے، اور یہی اس باب میں عام مومنین سے ذرا بھی ممتاز نہیں ہوتے۔

ابراہیم خلیلؑ کا جو مذہب پیروں میں ہے۔ معلوم و معروف ہے۔ اس پر بھی اُن سے  
بیانِ علامہ اسلام ہی لانے کا ہوا۔ یہ نہیں ہوا کہ انہیں اس سے معاف و مستثنیٰ رکھا گیا ہو۔  
(۳۵) اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ  
اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ  
(البقرہ - ۱۲۷)

یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم سے اُن کے  
پروردگار نے کہا کہ اسلام لاؤ۔ بولے میں  
اسلام لے آیا پروردگار کا عالم پر۔

ان کی آزمائشیں بھی ہوئیں۔ اور وہ ان میں پورے اترے۔ یہ نہیں ہوا کہ وہ بلا امتحان  
رہے ہوں۔

(۳۶) وَاِذْ اَبْتَلٰہُمْ رَبُّہٗ بِاٰیٰتِہٖ  
یَکْمُلُ فَاَتَمَّہُمْ  
(البقرہ ۱۵۷)

اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم کی آزمائش  
بعض باتوں میں اُن کے پروردگار نے کی،

اور ان میں پورے اُترے۔

بیت اللہ کی معاری کا کام انہوں نے اپنے فرزند اسمعیلؑ سے مل کر لیا ہے۔

(۳۷) وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ  
اور وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیمؑ، اسمعیل  
مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ (البقرہ ۱۲۵)  
کے ساتھ (مل کر) بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا  
رہے تھے۔

اور اس مخلصانہ طاعت و عبادت کے قبول کی دعا بھی کرتے جاتے تھے۔

(۳۸) رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ  
اے ہمارے پروردگار، اے ہماری طرف  
سے قبول بھی کرتا ہی ہے بڑا سننے والا بڑا جلنے  
الْعَلِیْمُ۔ (البقرہ - ۱۲۵)  
والا۔

اور مزید طاعت و عبادت کے خواستگار و حریص تھے۔

(۳۹) رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ ....  
اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا (اور زیادہ)  
فرماں بردار بنالے .... اور ہم کو ہمارے  
جج کے احکام بتادے، اور ہم پر رحمت  
سے توجہ فرما، بیشک تو ہی ہے بڑا توجہ فرمانے  
والا، بڑا رحم کرنے والا۔

اسی اسلام پر قائم رہنے کی وصیت ابراہیم خلیلؑ اپنے لڑکوں اور پوتے کو کر گئے۔  
(۴۰) وَ وَضٰی یٰہٰ اِبْرٰهٰیْمُ بَنٰیہٖ وَ یٰعِیْزُ  
اور اسی (توحید) کا حکم دے گئے ابراہیمؑ اپنے بیٹوں  
کو اور (اپنے پوتے) یعقوبؑ کو بھی، اے میرے  
بیٹو! اللہ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب کر لیا  
ہے سو تمہیں موت آئے تو صرف اسی حالت  
(البقرہ - ۱۲۵)

اسلام پر۔

خود یعقوب علیہ السلام بھی اسی دین توحید کی وصیت، بستر مرگ پر، اپنی نسل کو کر گئے۔

(۴۱) اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ؕ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَآلِهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔ (البقرہ - ۱۶۷)

جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے، وہ بولے ہم اسی خدا کی پرستش کریں گے، جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسمعیل واسحق کرتے آئے ہیں۔ یعنی خدا کے وحد کی، اور ہم بس اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

اسمعیل علیہ السلام کا ذکر جہاں مرح کے ساتھ آتا ہے، وہاں یہ بھی ہے کہ (خود تو خود) اپنے گھر والوں پر بھی نماز و زکوٰۃ کی تاکید رکھتے تھے۔

(۴۲) وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ۔ (مریم - ۴۷)

وہ اپنے گھر والوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز اور زکوٰۃ کا۔

متعدد پیغمبروں کے آؤاب و آواہ ہونے کا تذکرہ ان کی عبدیت کے سلسلہ میں آچکا ہے۔

ابراہیم نے یہ ایں کمال مرتبت ایمان، مزید اطمینان قلب کی خاطر مشاہدہ بعض خوارق و عجائب کی درخواست کی۔

(۴۳) وَادَّ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْفِدْ كَيْفَ تُنْجِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَظْهَرَنَّ لِقَلْبِي۔ (البقرہ - ۳۵۷)

اور وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرتا ہے! ارشاد ہوا کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں۔ بولے (ایمان) کیوں نہ ہو گا لیکن اپنے قلب کو مطمئن (مزید) کرنے کیلئے۔

حضرت عیسیٰؑ، جنہیں ان کی امت کے بڑے بڑے عالم و فاضل تک ابن اللہ مان رہے ہیں، خود ان کی زبان سے دعوت توحید ہی قرآن نے نقل کی ہے۔

(۳۴) اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ  
بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی  
رب ہے، بس اسی کی پرستش کرو، سیدھی  
ہذا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(آل عمران - ۵۷) راہ یہی ہے۔

آپ کی پیدائش کا طریقہ اگر خارقِ عادت تھا۔ تو ہوا کرے، بہر حال اس سے آپ کے بشر اور خاکی الاصل ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آخر حضرت آدمؑ کی پیدائش کا طریقہ تو عام بشری طریق تو والد و تناسل سے بالکل ہی الگ تھا۔

(۳۵) اِنْ مَثَلٌ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ  
عیسیٰؑ کی مثال تو اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی  
اَدَمَءَ خَلَقْنٰهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ  
ہے انہیں اس نے مٹی سے پیدا کیا، اور ان  
كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (آل عمران - ۶۷) سے کہا کہ ہو جاؤ تو وہ ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کی ذات چونکہ انبیت الہی و ولایت الہی والے شرک کی مرکز خصوصی رہ چکی ہے۔ اس لئے آپ کی بشریت و عبدیت پر زور سب سے زیادہ گہرا ہے، یہاں تک کہ حشر میں بھی آپ سے یہ سوال ہوگا۔

(۳۶) اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ  
کیا تم (دنیا میں) لوگوں سے یہ کہہ آئے تھے،  
وَاُتِیَ الْاِلهِیْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔  
کہ ”مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لواللہ

(المائدہ - ۱۶۷) کے علاوہ۔“

اور جواب قدرتاً آپ کی طرف سے یہ عرض ہوگا،

(۳۷) سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ  
تو پاک ذات ہے، میں ایسی بات کیسے کہہ  
مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقِّ۔ (ایضاً)  
سکتا تھا۔ جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا۔



سب سے زیادہ زور و تاکید، تکرار و تصریح، قدرۃ سرور انبیاء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسئولیت اور اُس کے مظاہر و آثار پر ہے۔

بار بار ارشاد یہ ہوا ہے کہ کہیں خود ہی اس پیام حق سے متعلق شبہ اور دھوکے میں نہ پڑ جانا۔

(۴۸) اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ  
مِنَ الْمُمْتَرِينَ (البقرہ - ۱۴۷)

یہ حق آپ کے پروردگار کی طرف سے، تو کہیں ہرگز آپ شک کرنے والوں میں نہ ہو جائیے گا۔

(۴۹) " " (الانعام - ۴۷)

(۵۰) " " (یونس - ۱۰۷)

اور ایک برائے نام اختلاف کے ساتھ۔

(۵۱) فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (ال عمران، ۷۶)

تو آپ شک کرنے والوں میں نہ ہو جائیے گا۔

اور یہی مضمون ایک دوسرے انداز سے۔

(۵۲) فَلَا تَكُ فِي مَرْيَةٍ مِنْهُ - آپ اس (قرآن) کے بارے میں

شک میں نہ پڑیے۔

(ہود - ۲۷)

ایک بار پھر خفیف لفظی تغیر کے ساتھ۔

(۵۳) فَلَا تَكُ فِي مَرْيَةٍ مِمَّا

آپ ان چیزوں سے متعلق شک میں نہ

پڑیں جن کی لوگ پرستش کرتے رہتے ہیں۔

(ہود - ۹۷)

رسول پر جو وحی قرآنی نازل ہوتی ہے۔ اس پر ایمان لانے کے مکلف جس طرح

عام مومنین ہیں، خود رسول بھی تھے۔

(۵۴) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ

رسول (خود) ایمان لائے اس پر جو کچھ ان پر

مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ - (البقرہ - ۲۸)

اللہ کے ہاں سے نازل ہوا اور مومنین (بھی)

خاص طور پر آپ کو حکم ملا ہے کہ خیانت کرنے والوں کی حمایت و جنبہ داری نہ کریں۔

﴿۵۵﴾ وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِيْنَ خَصِيْمًا      آپ خائوں کے طرف دار نہ بن جائیں۔

(النساء ع ۱۶)

اور اسی سے متصل، اسی سے ملتی ہوئی یہ دوسری ہدایت بھی۔

﴿۵۶﴾ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَلُوْنَ      آپ ان لوگوں کی طرف سے وکالت نہ کیجئے جو

أَنفُسُهُمْ۔ (النساء ع ۱۶)      اپنے ہی نفسوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔

اللہ کے خصوصی فضل و کرم نے آپؐ کو سنبھالے رکھا، ورنہ مخالفین تو یہ تہمتہ کر بیٹھتے کہ خود آپؐ ہی کو راہ سے برگشتہ کر رکھیں۔

﴿۵۷﴾ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ      اور اللہ کا خاص فضل و کرم آپؐ پر نہ ہوتا تو ان

لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ۔      لوگوں کے ایک گروہ نے اس پر کمر ہمت باندھ

ہی لی تھی کہ آپؐ کو گمراہ کر کے رہیں۔ (النساء ع ۱۷)

آپؐ اس پر مامور تھے کہ آپؐ پر جو کچھ بھی نازل ہوا ہے، اسے پورے کا پورا پہنچائیں،

اور اگر آپؐ نے اس میں کچھ بھی کوتاہی کی، تو گویا آپؐ نے کوئی بھی پیام نہیں پہنچایا۔

﴿۵۸﴾ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ      اے رسول آپؐ پر آپؐ کے پروردگار کی طرف

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طَوْراً لَّمَّا تَفْعَلُ فَمَا      سے جو کچھ بھی نازل ہوا ہے وہ آپؐ (سب)

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ۔ (المائدہ ع ۱۰)      پہنچا دیجئے۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے

اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا ہے کہ میں تو دعوت توحید و اجتناب شرک پر مامور ہوں

اور اپنے ہی متعلق ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوتاہی کر کے مستحق عذاب نہ بن جاؤں۔

﴿۵۹﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ      آپؐ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں اسلام

مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ      سب سے پہلے لاؤں، اور تم مشرکوں میں سے ہرگز

قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ      نہ ہو جاؤ۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار

يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ (الانعام - ۲۴) کی نافرمانی کروں تو میں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اور اس سے ذرا آگے بڑھ کر پھر تاکید آپ کی زبان سے اسی دعوت توحید و اجتناب شرک کی کرانی گئی ہے۔

(۶۰) اَتَشْكُرُّ لَشَهْدَةِ ذَاكَ اَنْ اَتَّ مَعَ  
اللّٰهِ الْهَيْئَةَ الْاُخْرٰى قُلْ لَا اَشْهَدُ  
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اللّٰهُ وَاحِدٌ وَّ اِنِّىْ بَرَّئْتُ  
مِمَّا تَشْرِكُونَ۔ (الانعام - ۲۴)

کیا تم سچ سچ یہی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ  
کچھ اور معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو  
(یہ) گواہی نہیں دیتا آپ کہہ دیجئے کہ وہ تو بس  
ایک معبود ہے اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

آپ کو اس کی فہمائش ہوئی، کہ سب کا ہدایت پر جمع ہو جانا مشیت تکوینی کے خلاف  
ہے، اور آپ کا اس تمنائیں پڑنا ایک شانہ جاہلیت رکھنے کے مترادف ہے۔

(۶۱) وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعْنَهُمْ عَلٰى  
الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (الانعام - ۲۴)

اور اگر اللہ کی مشیت یہ ہوتی تو ان سب کو  
ہدایت پر جمع کر دیتا تو آپ جاہلوں میں نہ  
ہو جاتے۔

آپ کی زبان حقیقت ترجمان سے یہ حقیقت صاف صاف کہلا دی گئی، کہ میں نہ  
خرائن پروردگار کا مالک، نہ عالم الغیب، نہ فرشتہ، بلکہ صرف وحی الہی پر چلنے والا ہوں۔

(۶۲) قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِىْ  
خَزَاۤئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا  
اَقُولُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبَعْتُمْ  
مَا يُوْحٰى اِلَيَّ۔ (الانعام - ۵۴)

آپ کہہ دیجئے کہ تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے  
پاس میرے پروردگار کے خزانے ہیں اور نہ میں  
علم غیب رکھتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے یہ کہتا  
ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو بس جو کچھ وحی میرے  
اوپر آتی ہے، بس اسی کی پیروی کر رہا ہوں۔

آپ سے بھی باز پرس ایسی ہی ہوتی۔ جیسی ہر فرد بشر سے ہوتی، اگر کہیں آپ سے کوئی

لغزش ہو گئی ہوتی۔ جو لوگ اپنی محبت میں آپ کے ارد گرد جمع رہتے، اُن کے ہٹا دینے کا نام مقول مطالبہ منکرین کی طرف سے پیش ہوتا رہتا۔ آپ سے ارشاد ہوا کہ اگر آپ کہیں ان پر عمل کر کر رہے، تو آپ کا شمار بھی ”ظالموں“ میں ہو جائے گا۔

(۶۳) ..... فَطَرَدَهُمْ فَتَكُونُ ..... کہ آپ اُن کو دھتکار دیں (اگر آپ نے

مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (الانعام-۶۴) ایسا کیا تو آپ بھی ظالموں میں ہو جائیں گے۔ اور مشرکوں کی فرمائش شرک کی (بہ فرض محال) تعمیل تو آپ کو کھلے طور پر کر رہے ہوں میں شامل کر دے گی۔

(۶۴) قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَ كُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ۔ (الانعام-۷۰) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو تو اس کی ممانعت ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو تم لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنا خواہش کی پیروی نہ کروں گا ورنہ پھر تو میں بہ اوہ ہوا جاؤ گا، اور راہ یاب لوگوں میں نہ رہوں گا۔

گویا عظمت و مقبولیت کوئی ایسی شے نہ تھی۔ جو کسی نبی کی ذات کے ساتھ چپک کر رہ گئی ہو۔ ہنری کا سارا تقدس تو اسی وقت تک ہے، جب تک اس کا گہرا رشتہ رضاءِ الہی سے بڑا ہوا ہے۔

خود کوئی لغزش و بد عملی تو الگ رہی، نافرمانوں، سرکشوں کے ساتھ ہم نشینی تک شیطانی عمل قرار پایا۔

(۶۵) وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَهُم۔ (الانعام-۶۵) اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھئے جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں، تو اُن سے الگ ہو جائیے، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (الانعام ۸۴) تو یاد آجانے کے بعد (ایسے) ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھئے۔

انبیاء سابقین میں سے کئی ایک کا نام لے کر ذکر کرنے کے بعد آپ کو ارشاد ہوا ہے کہ بس انہیں کی پیروی کرتے رہیے۔

﴿۶۶﴾ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهَدَاهُمْ اقْتَدِهْ۔ (الانعام ۱۰۷) یہ لوگ وہ تھے، جنہیں اللہ نے ہدایت کی تھی تو آپ بھی انہیں کے طریق پر چلیے۔

ایک پیغمبر جلیل، ابراہیم خلیلؑ کی زبان سے، قبل نبوت، کہلایا جا چکا تھا کہ اگر اللہ کا فضل خصوصی دستگیر نہ رہے، تو میں تو گمراہوں میں شمار ہوتا۔

﴿۶۷﴾ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ۔ (الانعام ۹۷) (ابراہیمؑ) بولے، کہ اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرتا رہے، تو میں تو گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

رسول اللہ کو صراحت کے ساتھ یہ حکم ملا، کہ بس وحی الہی کی پیروی کرتے رہیے۔ اور مشرکوں کی طرف ذرا التفات نہ ہونے پائے۔

﴿۶۸﴾ اَتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَاعْبُدْ عَنِ الْمَشْرِكِ ۚ (الانعام ۱۳۷) بس اسی وحی کی جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر اتری ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے بجز اس کے پیروی کرنے رہیے۔ اور مشرکوں سے کنارہ کش رہیے۔

یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ اگر کہیں ان لوگوں کی طرف آپ مائل ہو گئے، تو دنیا میں اکثریت تو ایسوں ہی کی ہے۔ جو آپ کو گمراہ ہی کر کے رہے گی۔

﴿۶۹﴾ وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ (الانعام ۱۴۰) اور روئے زمین پر زیادہ تر جو لوگ ہیں، اگر آپ نے ان کا کہنا مان لیا، تو یہ اللہ کی راہ

سے آپ کو بھٹکا کر ہی رہیں گے۔

آپ کو یہ بھی کہنے کا حکم ملا، بعد اقرار توحید و ردّ شرک کے، کہ میں ہی سب سے بڑا مسلم ہوں۔ اور راہِ یاب ہونے اور ملتِ ابراہیمی پر چلنے کی توفیق مجھے فضلِ الہی ہی سے ہوئی ہے۔

(۴۰) قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ دِينًا قِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔ (الانعام - ۲۰ ع)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو سیدھا راستہ میرے پروردگار نے بتلادیا ہے۔ (وہ) ایک دین محکم ہے جو طریقہ ہے ابراہیمِ راست رو کا۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادت اور میری زندگی اور میری موت یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو پُر دگا عالم ہے بلا کسی شریک کے مجھے اسی کا حکم ملا،

اور میں مسلمانوں میں سب سے پہلا ہوں۔

آپ کو جو کتاب ملی تھی، آپ اس کی تبلیغ پر مامور تھے، اور آپ کو حکم تھا کہ آپ اس سے تنگی نہ محسوس کریں۔

(۴۱) كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صُدْرِكَ حَزَنٌ مِّنْهُ لِيَتَذَكَّرَ بِهِ۔ (الاعراف - ۱۷ ع)

یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر اس لئے اتاری گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں۔ سو آپ اس سے اپنے میں بالکل تنگی نہ پائیں۔

آپ سے پھر کہلایا گیا کہ میں تو بس وحیِ الہی کی پیروی کرتا ہوں میں کوئی اپنی طرف سے کچھ گھڑھوڑے ہی لاتا ہوں۔

(۴۲) قُلْ إِنَّمَا اتَّبَعُ مَا يَوْسُو إِلَى

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس اسی کی پیروی



مِنْ رَبِّي - (الاعراف - ۲۴ ع) کرتا ہوں، جو وحی الہی میرے اوپر ہوئی ہے۔

آپ کو تنبیہ کی گئی، کہ یاد الہی میں لگے رہیں، اور کہیں غافلوں میں شامل نہ ہو جائیں۔

(۴۳) وَادْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ ..... اور اپنے پروردگار کو اپنے دل میں یاد کرنے  
وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ - (الاعراف ۲۴ ع) رہیے ..... اور غافلوں میں سے نہ ہو جائیے۔

یہ نہ تھا کہ آپ کی کسی بات پر کبھی کوئی گرفت الہی ہوتی ہی نہ ہو۔ بندہ، دانا ترین ہو کر بھی بہر حال بندہ ہے۔ اس کا علم، علم الہی کو کیسے محیط ہو سکتا ہے۔ اعمال و معاملات میں کوئی نہ کوئی پہلو کبھی اس کی نظر سے رہ ہی جائے گا۔ ایسے ہر موقع پر قرآن مجید میں تنبیہ وارد ہوئی ہے۔

چنانچہ غزوہ بدر کے بعد جب بعض صحابیوں کے مشورے کے مطابق جنگ کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، تو اس پر گرفت ان الفاظ میں ہوئی۔

(۴۴) مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ نَبِيٌّ كَلَّمَ النَّاسَ بِمَا نَزَّلَتْ بِهِ الصُّورُ  
حَتَّىٰ يُنْزِلَ فِي الْأَرْضِ مَكْرُودًا وَتَظَاهَرُوا عَلَيْهِمْ  
عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ - (الأنفال - ۹ ع)  
باقی رہیں، تا وقتیکہ وہ (نبی) ملک میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیتے، تم لوگ تو دنیا کا مال و متاع چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے۔

اسی طرح ایک اور غزوہ کے موقع پر جب آپ نے منافقین کو ان کی عذر خواہی سن کر شرکت جہاد سے معاف کر دیا تھا، تو اس پر گرفت گو بڑی شفقت کے ساتھ، یوں ہوئی۔

(۴۵) عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتُ لَهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَذِبِينَ  
اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے ان لوگوں کو کیوں اجازت دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ نہ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ معلوم کر لیتے۔

(التوبة - ۷ ع)

مشرکین مکہ آپ کے اور دوسرے مومنین کے آخر عزیز ہی ہوتے تھے۔ دوسرے مومنین کی طرح آپ نے بھی طبعی محبت کے اثر سے ان میں بعض وفات پائے ہوؤں کے حق میں دعائے مغفرت کر دی۔ اس پر تنبیہ ان الفاظ میں وارد ہوئی۔

(۷۶) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔

نبی اور ایمان والوں کو جائز نہ تھا کہ مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

(التوبہ - ۱۲۷)

جاہلوں، مشرکوں کی طرف سے فرمائش بار بار ہوتی کہ، فلاں مضمون کے بجائے فلاں مضمون کیوں نہیں قرآن میں بیان ہوتے۔ جواب آپ کی زبان سے ایک بار پھر یہ کہلایا گیا کہ یہ بھی کوئی میرے اختیار کی بات ہے؟ اور اگر میں (خدا نخواستہ) گھر ٹک کچھ پیش کروں، تو میں خود ہی نہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤں!

(۷۷) قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ ترمیم کر دوں میں تو بس اسی کی پیروی کروں گا، جو میرے پاس وحی سے پہنچا ہے۔ میں اگر اپنے پُروردگار کی نافرمانی کروں تو میں تو ایک بڑے بھاری

(یونس ۲)

دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

عقیدہ توحید اور دشرک کے مکلف جس طرح سب انسان تھے۔ آپ بھی تھے۔ اور انکار پر جو سزا سب کے لئے تھی، وہی آپ کے لئے بھی تھی۔ اور آپ کو اس کے اعلان کا حکم ملا۔

(۷۸) ..... فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ  
 مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي  
 يَتَوَفَّاكُمُ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ  
 الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ  
 حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَ  
 لَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ  
 وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا  
 مِنَ الظَّالِمِينَ - (یونس - ع ۱۱)

تو میں، ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا  
 جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو البتہ  
 میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری  
 جانیں قبض کرتا ہے۔ اور مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں  
 ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اپنا  
 رُخ دین کی طرف سب سے کیسو ہو کر کر لیجئے  
 اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جائے اور اللہ کو  
 چھوڑ کر کسی ایسی چیز کی عبادت نہ کیجئے، جو  
 آپ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ آپ کو کوئی  
 ضرر، اور اگر ایسا کیا، تو آپ کا شمار بھی ظالموں  
 ہی میں ہوگا۔

شدید ترین ہجوم اعداء پر بھی آپ اسی پر مامور تھے، کہ فیصلہ الہی کا انتظار کریں۔  
 (۷۹) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ  
 حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ - (یونس - ع ۱۱)  
 آپ پیروی اسی کی کرتے رہیے جو کچھ آپ  
 کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے،  
 یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب  
 سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

بشریت کے طبعی تقاضے سے کبھی آپ کے دل میں یہ آنے لگتا، کہ قرآن کے جن حصوں  
 کی مخالفت اتنی شدید کی جاتی ہے۔ انہیں تبلیغ میں چھوڑ ہی دیا جائے۔ یا آپ کبھی معاندین  
 کے اس طنز سے کبیدہ خاطر ہونے لگتے کہ ان پیغمبر کے ساتھ خزانہ کیوں نہیں، یا ان کے  
 ساتھ ساتھ کوئی فرشتہ نمودار کیوں نہیں ہوتا۔ ایسے ہر موقع کے لئے حقیقت و اشکاف  
 بیان کر دی گئی ہے!

(۸۰) فَلَعَلَّكَ نَارُكَ، بَعْضُ مَا يُوحَىٰ  
إِلَيْكَ وَضَائِقٌ لِّهِمْ صَدْرُكَ أَتَىٰ  
يَقُولُوا أَلَا أَنزَلْنَا عَلَيْهِ كُتُبًا وَجَاءَ  
مَعَهُ مَلَكٌ ؕ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۝  
(ہود - ۲۷)

تو شاید آپ اس وحی کا، جو آپ کو کی جاتی ہے  
کچھ حصہ چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل ان  
کے اس کہنے سے تنگ ہوتا ہے کہ ان پر کوئی  
خزانہ کیوں نہ نازل ہو یا ان کے ساتھ کوئی  
فرشتہ کیوں نہ آیا۔ (حالانکہ) آپ تو صرف  
ڈرانے والے ہیں۔

حضرت صالح ایک قدیم پیغمبرِ برحق گزرے ہیں۔ ان کی زبان سے یہ ادا کر لیا ہے،  
کہ اگر میں اللہ کے حکم میں کوتاہی کروں تو خود مجھے عذابِ الہی سے کون بچائے گا!  
(۸۱) فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ  
عَصَيْتُهُ۔ (ہود - ۶۷)

مجھے اللہ (کی گرفت) سے کون بچالے گا اگر  
میں اس کی نافرمانی کروں۔

حضرت شعیب پیغمبر کی زبان سے کہلایا ہے کہ جو کچھ بھی کرتا ہوں اللہ ہی کی توفیق سے  
کرتا ہوں، میرا بھر سہ بھی اسی کی ذات پر ہے اور رجوع بھی اسی کی طرف کرتا ہوں۔  
(۸۲) وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ  
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔  
(ہود - ۸۷)

مجھے تو جو کچھ بھی توفیق ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی  
کی طرف سے ہوتی ہے اسی پر بھروسہ رکھتا  
ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

انہیں پیغمبر نے آوازِ عاجز اگر اپنی قوم والوں سے کہا، کہ اچھا اب تم بھی عذابِ الہی  
کا انتظار کرو، اور میں بھی ان وقت کا منتظر ہوں۔  
(۸۳) وَارْتَقِبُوا إِلَيَّ مَحَلُّ رَقِيبٍ۔  
(ہود - ۸۷)

تم بھی انتظار کرو، اور میں بھی تمہارے ساتھ  
منتظر ہوں۔

آپ کو تاکید کے ساتھ حکم  
آپ اسی پر قائم رہیے۔

(۸۳) فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ۔ آپ قائم رہیے اسی پر جو حکم آپ کو

ملا ہے۔

(ہود - ۱۰ ع)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سارے قصے انبیاء سابقین کے بیان کرنے سے ایک خاص غرض ہی یہ رکھی گئی ہے، کہ خود آپ کے قلب کو قوت پہنچے۔

(۸۵) وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَبْنَاءِ

الرُّسُلِ مَا نَنْشِئُ بِهِ فَوْادَكَ۔ قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے

سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔ (ہود - ۱۰ ع)

پیغمبر حلیل حضرت یوسفؑ کی زبان سے اس حقیقت کا اظہار کرایا گیا ہے کہ نفس

بشری تو بُرائی کی بابت تحریک کرتا ہی رہتا ہے، اور خود میرا نفس کب اس سے ماورا

و مستثنیٰ ہے!

(۸۶) وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي مِنْ ابْنِ

النَّفْسِ لَمَارَّةٍ أَيْ السُّوءِ۔ (یوسفؑ) تو بُرائی کی طرف لاتا ہی رہتا ہے۔

شدت و تاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلایا گیا کہ میں

تو تبلیغ توحید و شرک پر مامور ہوں۔ یہی میری دعوت ہے اور یہی میری منزل مقصود۔

(۸۷) قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

اللَّهَ وَلَا أُشْرِكُ بِهِ إِلَهًا أَدْعُوا

وَالْيَهُ مَاب۔ (الرعد - ۵ ع)

ٹھہراؤں۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی

طرف مجھے جانا ہے۔

تہدید کے لہجے میں آپ سے کہہ دیا گیا کہ اگر آپ نے کہیں مشرکوں کی راہ پر چلنا شروع کر دیا۔

تو ویسا ہی عذاب الہی آپ کے لئے بھی ہے۔

(۸۸) وَلَيْسَ اتَّبَعْتُ أَهْوَاءَ هُمْ

اور اگر آپ ان کی خواہشوں پر چلنے لگیں بعد اس

بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ الْإِلَهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ۔ (الرعد-۵)  
 کہ کہ آپ کو علم (حقیقی) پہنچ چکا ہے۔ تو اللہ کے  
 مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ بچا  
 والا۔

تبلیغ توحید تمام تر آپ کا ایک فریضہ تھی۔

(۸۹) فَاصْلَعْ بِهَاتُوْا مَرُوْا اَعْرِضْ غرض آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اسے صاف  
 عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (الحجر-۶۷) صاف سنا دیجیے اور مشرکوں کی پروا نہ کیجیے۔

آپ اس پر مامور تھے کہ عمر بھر توحید و عبادت پر قائم رہیں۔

(۹۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ تُوْا آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد میں لگے رہیے  
 مِنَ السَّجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے اور اپنے  
 حَتّٰی يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ (الحجر-۶۷) پروردگار کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ  
 آپ کو موت آجائے۔

آپ کو بجائے خود اتنا بھی اختیار نہ تھا کہ جو کچھ وحی آپ کو پہنچ چکی ہے، اسی کو آپ  
 محفوظ رکھ لیں، اللہ کے اختیار میں تھا کہ سب سلب کر لے۔ بس رحمت خصوصی ہی آپ کی  
 حامی و دستگیر رہی۔

(۹۱) وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے  
 اَوْ حَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ سب سلب کر لیں۔ پھر اس کے لئے آپ کو ہمارا  
 عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر آپ کے  
 اِنْ فَضَّلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كِبْرًا۔ پروردگار ہی کی رحمت سے بیشک اس کا آپ  
 پر بڑا فضل ہے۔ (نبی اسرائیل - ۱۰۷)

آپ کو اس کا بھی حکم ملا کہ صحابیوں میں غریب غریب جیسے بھی کچھ ہوں انہیں سے دل لگا کر  
 رکھئے، کہ وہ بہر حال دولت ایمان رکھنے والے ہیں۔ اور ظاہری دولت و شوکت رکھنے



والے اہل غفلت سے اپنا رخ بالکل ہٹائے رکھیں۔

(۹۱) وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ  
یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ  
یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَیْنُکَ  
عَنْهُمْ تُرِیْدُ زَیْنَةَ الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا  
وَلَا تَطْعَمُ مَنْ اَغْفَلْنَا قُلُوبَهُ عَنْ ذِکْرِنَا  
وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَکَانَ اَمْرُهُ قُرْطًا۔  
(الکاف - ۲۷)

اور اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھئے جو  
صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت محض اس  
کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور آپ کی آنکھیں  
اُن سے ہٹنے نہ پائیں کہ لگیں (آپ) دنیوی زندگی  
کی بہار کا پاس کرتے۔ اور ایسے شخص کے کہنے میں نہ  
آئیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر  
رکھا ہے۔ اور وہ اپنی خواہش نفس پر چلتا ہے۔

اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔

آپ کو اس کی ممانعت ہوئی کہ کافروں۔ منکروں کی چند روزہ خوشحالی اور بہار زندگی  
کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھیں، وہ کوئی رغبت کی چیز تھوڑے ہی ہے۔ اس سے تو ان شامت  
زدوں کی محض آزمائش مقصود ہے۔

(۹۲) وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنِیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا  
بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیْوَةِ  
الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْہِ۔ (طہ - ۸۷)

اور آپ اس (ساز و سامان کی) طرف آنکھ اٹھا  
کر بھی نہ دیکھئے، جس سے ہم نے کافروں کے مختلف  
گروہوں کو متبع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی  
بہار ہے، اُن کی آزمائش کے لئے۔

آپ کو تو حکم یہ ملا کہ نماز پر نہ صرف خود ہی قائم رہیں، بلکہ اپنے والوں کو بھی قائم  
رکھیں۔

(۹۳) وَامْرَاٰهُلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْبِرْ  
عَلِیْہَا۔ (طہ - ۸۷)

اپنے والوں کو بھی نماز کا حکم دیتے رہئے اور خود بھی  
اس کے پابند رہئے۔

کافروں، منکروں کی بات ماننا کیسی، آپ مامور تو ان کے خلاف قرآن کے ذریعہ

سے شدید مقابلہ پر تھے۔

(۹۵) فَلَا تَطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا۔ (الفرقان - ۵) تو آپؐ کافروں کا کھانا مانے اور قرآن کے ذریعے سے ان کا مقابلہ۔ زور و شور سے کیجئے۔

آپؐ کو حکم اللہ پر توکل کرنے اور اس کی تسبیح و حمد کرتے رہنے کا تھا۔

(۹۶) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ۔ (الفرقان - ۵۷) اور آپؐ توکل اسی زندہ پر رکھئے جسے کبھی موت آنے والی نہیں، اور اسی کی تسبیح و تحمیدیں لگے رہیئے۔

آپؐ مامور اس پر تھے کہ اپنے عزیزوں و قریبوں کو ڈراتے رہیں، اور مومنین متوجہین کے ساتھ برتاؤ واضح کارہیں۔ اور آپؐ کو صاف صاف یہ بھی سنا دیا گیا تھا کہ اگر (بغرض محال) آپؐ نے کسی غیر اللہ کو پکارا، تو آپؐ کا شمار بھی معذبین میں ہوسکتا ہے۔

(۹۷) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ○ وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء - ۱۱۷) اور آپؐ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارئے گا، ورنہ آپؐ بھی معذبین میں ہو جائیں گے۔ اور آپؐ اپنی نزدیک قرابت والوں کو ڈرایئے۔ اور ان لوگوں سے تواضع کے ساتھ پیش آئے جو مومن ہو کر آپؐ کی پیروی کرنے والے ہوں۔

اللہ پر توکل رکھنے کی آپؐ کو تاکید تھی۔

(۹۸) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ۔ (النمل - ۶۷) اور آپؐ اللہ پر توکل رکھئے۔ آپؐ بیشک مرزا حق پر ہیں۔

خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا، کہ میں تو اس پر مامور ہوں کہ خدائے ذوالجلال ہی کی عبادت کروں، اور قرآن پڑھ پڑھ کر سنا تا رہوں۔

(۹۹) إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّتِي خَرَمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ○ وَ

مجھے تو بس یہ حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے مالک کی عبادت کروں، جس نے اس کو محترم بنایا۔

أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَ  
 أَنْ أَتْلُو الْقُرْآنَ - (النمل - ۷۷)  
 اور سب چیزیں اسی کی ہیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے  
 کہ میں فرماں برداروں میں شامل رہوں اور یہ کہ میں  
 قرآن پڑھ کر سناں ہوں۔

آپ کو مخاطب کر کے صاف صاف کہا گیا، کہ آپ تو اس کتاب آسمانی کے امیدوار ہی  
 نہ تھے۔ یہ تو محض فضل خداوندی سے آپ پر نازل ہو گئی۔ تو آپ کافروں کی طرفداری ہرگز نہ  
 کریں۔ اور نہ یہ لوگ آپ کو احکام الہی کی طرف سے ذرا بھی روکنے پائیں۔ بلکہ آپ دعوت  
 توحید دیتے رہیے، اور مشرکوں میں شامل ہرگز نہ ہو جائیے۔

﴿۱۰۰﴾ وَهَآكُنْتَ تُرْجَوُا أَنْ تُلْقَىٰ إِلَيْكَ  
 الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ فَلَا  
 تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ ۝ وَلَا  
 يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ  
 أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ  
 مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ  
 إِلَهًا آخَرَ - (القصص - ۹۷)  
 اور آپ کو یہ توقع بھی نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل  
 کی جائے گی مگر محض آپ کے پروردگار کی رحمت  
 سے (اس کا نزول ہوا) تو آپ کافروں کے ذرا  
 بھی پشت پناہ نہ بنیے۔ اور جب اللہ کے احکام  
 آپ کو پہنچ جائیں تو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ لوگ  
 آپ کو ان سے روک دیں۔ اور آپ اپنے پروردگار  
 کی طرف بلانے رہیے اور مشرکوں میں ہرگز نہ شامل

ہو جائیے۔ اور اللہ کے سوا کسی معبود کو نہ پکارتیے۔

اللہ کے وعدوں پر صبر کئے رہنے کا حکم آپ کو بھی تھا اور یہ تنبیہ بھی، کہ کہیں بے دین  
 لوگ آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر دیں۔

﴿۱۰۱﴾ قَاصِدِ إِنْ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَلَا  
 يَسْتَحِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوْقِنُونَ -  
 سو آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے  
 اور بے یقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے  
 پائیں۔ (الروم - ۷۷)

اللہ سے ڈرتے رہیے، کافروں، منافقوں کے کہے میں آجلیئے۔ صرف پیروی و

کئے جائیے۔ اور اللہ پر توکل رکھنے کے احکام کے مخاطب آپ ہی ہیں۔

(۱۰۲) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ  
الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ  
عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ  
مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ  
خَبِيرًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ  
بِاللَّهِ وَكِيلًا۔ (الاحزاب - ۶۷)

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے۔ اور کافروں اور  
منافقوں کا کہنا نہ مانئے۔ بے شک اللہ بڑا علم  
والا، بڑا حکمت والا ہے۔ اور جو کچھ آپ کے  
پروردگار کی طرف سے وحی آپ پر آتی ہے اس  
کی پیروی کرتے رہیے۔ بے شک اللہ تمہارے  
سب اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھیے  
اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

اجمالاً انہیں احکام کی تکرار پھر ایک بار ہے۔

(۱۰۳) وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ  
وَدَعِ أَهْلَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ  
بِاللَّهِ وَكِيلًا۔ (زاب - ۶۸)

اور کافروں اور منافقوں سے نہ مانئے اور ان  
کی طرف سے نہ پیروی کیجئے۔ اپنے گھرانے  
اور اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ کافی کارساز ہے۔  
اور جب آپ بہ نفس نفیس مکلف ہر طرح احکام شریعت کے تھے۔ تو آپ کی زوجہ  
کے ساتھ بھی کوئی رعایت کیوں ہوتی، بلکہ ان کے علوئے مرتبہ کے لحاظ سے ان کے لئے نوسرا  
اور دگنی ہے۔

(۱۰۴) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنِ يَا تُاتِ مِنْكُمْ  
بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُصْعَقْ لَهَا الْعَذَابُ  
ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا۔

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بہبود  
کرے گی، اس کو سزا بھی دہری ملے گی۔ اور یہ بات  
اللہ کے لئے آسان ہے۔

(الاحزاب - ۴۷)

ان بی بی صاحبان کے جہاں مرتبہ بلند تھے، وہیں ان کی ذمہ داریاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔  
فرائض، احکام و تعزیرات میں ان کے ساتھ ذرا رعایت نہ تھی۔

(۱۰۵) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ  
النِّسَاءِ إِنِ الْقَيْتَنَ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ  
فَيَطْغَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ  
قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ  
وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى  
وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَ  
وَاطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ  
اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ  
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔  
(الاحزاب - ۴۷)

اے نبی کی بیویو، تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو  
اگر تم تقویٰ اختیار کئے رہو۔ تو تم بولنے میں نزاکت  
مت اختیار کرو جس سے ایسے شخص کو ہوس پیدا  
ہونے لگتی ہے۔ جس کے قلب میں بیماری ہے  
اور جاہلیت قدیم کے دستور کے مطابق اپنے کو  
دکھاتی نہ پھرو۔ اور نمازوں کی پابندی رکھو،  
اور زکوٰۃ دیتی رہو، اور اللہ اور اس کے رسول  
کی اطاعت کرتی رہو۔ اللہ کو تو بس یہ منظور  
ہے کہ اے (پیغمبر کے) گھر والو، تم سے آلودگی  
کو دور رکھے، اور تم کو خوب پاک صاف رکھے۔

احکام میں اگر آپ کے مخصوص حالات کی بنا پر کچھ نرمی آپ کی ذات کے ساتھ تھی بھی، تو  
دوسری طرف بعض قیدی بھی آپ کے لئے زائد تھیں۔ چنانچہ جہاں ازواج مبارک آپ کے لئے  
چار سے زائد جائز ہوئیں۔ وہیں ایک خاص وقت پر یہ قید بھی آپ کے لئے لگ گئی، کہ اب  
آپ نہ کوئی نیا عقد کر سکتے ہیں اپنی پسند و خواہش کے باوجود، نہ کسی پرانی بی بی صاحبہ کے  
بجائے کوئی دوسری لاسکتے ہیں۔

(۱۰۶) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ  
وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَ  
لَوْ أَتٰجَبَكَ حُسْنُهُنَّ۔ (الاحزاب ۶)

اب ان کے علاوہ نہ اور عورتیں آپ کے لئے جائز  
ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ان بیویوں کی جگہ  
دوسری بی بیوں کر لیں اگرچہ آپ کو ان کا حسن  
بھلا ہی لگے۔

توحید خالص اور عبادت الہی پر ماموریت کا حکم آپ کو بار بار ملتا۔

(۱۰۷) فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا

آپ اعتقاد خالص کر کے اللہ ہی کی

لَهُ الدِّينَ - (الزمر- ۱۷) عبادت کرتے رہیئے۔

اور آگے چل کر اس سے زیادہ زور و تاکید اور اس کے خلاف پر وعید و تہدید کے ساتھ۔  
 (۱۰۸) قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۚ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَقِيَّ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي - (الزمر- ۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ دین کو اس کے لئے خالص رکھوں۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار کا کہنا نہ مانوں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ دین کو اس کے لئے خالص رکھتا ہوں۔

عذاب کی وعید، شرک پر، جس طرح سب کے لئے تھی، خود آپ کے لئے بھی تھی۔  
 (۱۰۹) لَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الدِّينِ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكَتَ لَيَجْبُطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۚ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ - (الزمر- ۷۷)

آپ کی طرف بھی اور جو (پیغمبر) آپ کے قبل بھی ہو چکے ہیں، اُن کی طرف بھی وحی آجلی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا، تو تیرا کیا کرایا اِکارت جلے گا۔ اور تو یقیناً خسارے میں پڑے گا۔ تو اب اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور شکر گزار رہیئے۔

مانعت شرک اور تاکید توحید ایک اور موقع پر۔

(۱۱۰) قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الدِّينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَ فِي الْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ - (المومن- ۷۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس کی مانعت ہے کہ میں ان کی عبادت کروں۔ جن کو یہ اللہ کے سوا ایکائے ہیں جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی نشانیاں آچکیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں پروردگار عالم کے سامنے گردن جھکا لوں۔

آپ کو صبر و تحمل کی مزید تاکید۔

(۱۱۱) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ - آپ صبر کئے رہیے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچ

(المومن - ۸۷) ہے۔

آپ کی زبان سے ایک بار اس کا اعتراف کہ اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے اور اللہ ہی کی طرف میں رجوع کرنے والا بھی ہوں۔

(۱۱۲) ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ - (الشوریٰ - ۲۷) یہی ہے اللہ میرا پروردگار۔ اسی پر توکل رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آپ کو استقامت تو حید و طاعت اور اجتناب شرک اور قیام عدل کا حکم ایک بار اور :

(۱۱۳) فَلْيَدْعُكَ فَأَدْعُكَ وَأَسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ - (الشوریٰ - ۷) سو آپ اسی کی طرف بلاتے جائیے، اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے۔ اُس پر قائم رہیے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلے آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے جو بھی کتابیں اتاری ہیں میں اُن پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں۔

آپ اس پر مامور تھے کہ کتاب الہی سے برابر تمسک کئے رہیں۔ اور یہ کتاب خود آپ کے لئے بھی ایک شرف کی چیز تھی۔

(۱۱۴) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ - (الزخرف - ۴۷) آپ تمسک کرتے رہیے اس (کلام) سے جو آپ پر وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہ (قرآن) باعث شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے۔

تاکید کے ساتھ آپ کو حکم ملا، کہ آپ پر شریعت الہی نازل ہوئی ہے اُسی پر قائم و دائم

رہتے۔ اور دوسروں کے طریقہ نہ اختیار کیجئے۔ وہ ہرگز اللہ کے مقابلہ میں کام آنے کے نہیں۔

(۱۱۵) ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِّ رِجَاحٍ مِّنَ  
الْأَمْوَاجِ قَاتِلًا فَاصْبِرْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ  
لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّهُمْ لَن يَغْنُوا عَنْكَ  
مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (الباقیہ - ۲۷)

پھر ہم نے آپؐ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر قائم  
کر دیا، سو آپؐ اُسی پر چلتے رہئے۔ اور بے علموں  
کی خواہشوں پر نہ چلتے۔ لوگ اللہ کے مقابلہ میں  
آپؐ کے ذرا کام نہیں آسکتے۔

منکروں کی اذیت رسانی پر آپؐ کو صبر و ثبات کی تاکید بار بار ہوئی ہے اور قدیم پیغمبروں  
کے اُسوہ پر بھی آپؐ کو توجہ دلائی گئی۔ مثلاً کہیں پر یہ کہ  
(۱۱۶) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَرْصِ  
مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ  
تو آپؐ صبر کیجئے، جیسا کہ اولو العزم پیغمبر کرتے  
ہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے (غذاب کی) جلدی  
نہ کیجئے۔ (الاحقاف - ۴۷)

اور کہیں یوں صبر و عبادت کی تاکید ساتھ ساتھ۔

(۱۱۷) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ  
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ  
قَبْلِ الْغُرُوبِ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ  
وَادْبَارَ النُّجُودِ - (ق - ۳۷)

ان لوگوں کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے پروردگار کی  
کی تسبیح و حمد کریئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور (اس  
کے) چھپنے سے پہلے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح  
کرتے رہئے اور نمازوں کے بعد بھی۔

اور ایک بار پھر حکم صبر کو حکم تسبیح و حمد کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔

(۱۱۸) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا  
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَ  
مِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَادْبَارَ النُّجُومِ -  
(الطور - ۲۷)

آپؐ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر سے بیٹھ رہئے  
کہ آپؐ بے شبہ ہماری حفاظت میں ہیں۔ اور  
اُٹھتے وقت اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کیجئے  
اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے۔ اور ستاروں

سے پیچھے بھی۔



تذکیر کا حکم بھی آپ کو بار بار ملتا رہا ہے۔ کہیں قرآن مجید کی قید کے ساتھ، مثلاً  
 (۱۱۹) فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مِنْ مَتَّخِفَاتٍ  
 آپ قرآن کے ذریعہ تذکیر اس کی کرتے رہیے،  
 وَعَبِيدٍ - (ق - ۳۷)

اور کہیں بلا اس قید کے اور سرکشوں سے بے التفاتی کے حکم کے ساتھ۔  
 (۱۲۰) فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ  
 آپ ان (سرکشوں) کی طرف التفات نہ کیجئے،  
 وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔  
 کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔ اور تذکیر  
 کرتے رہیے کہ تذکیر ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔  
 (الذاریت - ۳۷)

منکروں، معاندوں کی طرف سے توتلی و اعراض کا حکم آپ کو بار بار ملا ہے، کہ ان سب  
 سے صرف نظر کر کے بس اپنے کام میں لگے رہیے مثلاً  
 (۱۲۱) فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا  
 آپ ایسے شخص سے اپنی توجہ ہٹا لیجئے جو ہماری  
 نصیحت سے روگردانی کئے ہوئے ہے اور جس  
 کا مقصود بجز دنیوی زندگی کے اور کچھ نہیں۔  
 (النجم - ۲۷)

یاد یہ کہ

(۱۲۲) فَمَا تُغْنِ الذُّرُ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ  
 ڈراوے انہیں کچھ فائدہ ہی نہیں دیتے تو آپ  
 ان کی طرف سے نظر پھیرے رہیے۔  
 (النقر - ۱۷)

آپ کو خبردار کیا گیا، کہ کہیں آپ منکرین معاندین کے کہے میں نہ آجائیں۔  
 (۱۲۳) فَلَا تَطِيعُ الْمُكَذِّبِينَ ○ وَذُوا  
 تو آپ بھٹلانے والوں کا کہا نہ مانئے یہ لوگ تو  
 چاہتے ہی ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑیں۔ تو یہ بھی ڈھیلے  
 پڑ جائیں۔ اور اس کے کہے میں بھی نہ آئیے جو (جھوٹی)  
 کَلِّ خَلَافٍ مَرِئِينَ - (القلم - ۱۷)  
 قسمیں کھانے والا، کینہ ہے۔

آپ کو حکم تو برابر تسبیح و استغفار کا تھا۔

(۱۲۴) قَسِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ۔ آپ اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(الحاقہ - ۲۷)

(۱۲۵) قَسِّحْ بِمَحْمَدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں لگے رہئے اور

اس سے طلب مغفرت کرتے رہئے۔ (النصر)

حکم صبر کی تاکید بار بار ہوتی ہے۔

(۱۲۶) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَبِيلًا۔ (العارج ع) تو آپ صبر کرتے رہئے صبر جمیل۔

اور کہیں صبر کے ساتھ تاکید ذکر و عبادت کی ملی جلی ہوتی ہے۔

(۱۲۷) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اِثْمًا وَكَفُورًا ۝ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلاً۔

تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کئے بیٹھ

رہئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہے

میں نہ آئے اور کسی قدر رات کے حقے میں بھی

اس کو سجدہ کیا کیجئے۔ اور اس کی تسبیح رات کے

بڑے حقے میں کیا کیجئے۔

(النصر - ۲۷)

عبادت الہی پر اور ترک و تبطل پر تو آپ اُمت سے زیادہ ہی مامور تھے۔

(۱۲۸) قِمِ الْبَيْلَ اِلَّا قَلِيلاً ۝ نِصْفَةً ۝ وَاِنْقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلاً۔ (الزلزل - ۱۷)

رات کو کھڑے رہا کیجئے سوا تھوڑی سی رات کے،

یعنی نصف رات یا اُس نصف سے کچھ کم کر کے

یا اس پر کچھ بڑھا کر اور قرآن خوب صاف صاف

پڑھا کیجئے۔ ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام

اُنقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً ۝ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلاً۔

ڈالنے کو ہیں۔

بے شک آپ کے ذمہ دن میں بھی بہت کام ہیں

اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتے رہئے۔

اور سب سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ رہئے۔

(۱۲۹) اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلاً ۝ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبَتُّلاً۔ (الزلزل - ۱۷)

اور سب سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ رہئے۔

(الزلزل - ۱۷)

(۱۳۰) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝  
 وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ  
 هَجْرًا جَمِيلًا - (المزل - ۱۴)  
 کوئی معبود نہیں سوا اس ایک کے، سو اسی کو اپنا کارساز  
 رکھئے اور یہ لوگ جیسی جیسی باتیں سناتے ہیں ان پر صبر  
 کیجئے اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جائیے۔

آپ مامور ہی نہ تھے، بلکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ عملاً بھی عبادت شاقہ انجام دیتے رہتے۔  
 (۱۳۱) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ  
 مِنْ ثُلَاثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلَاثِي  
 اور آدمی آدمی رات اور ایک ایک تہائی رات  
 عبادت کے لئے) کھڑے رہتے ہیں۔ (المزل - ۲۴)

عبادت و ذکر و صبر کی تاکید ایک اور عنوان سے :

(۱۳۲) قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝  
 وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝  
 وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ  
 خَاصِرٌ ۝ (المدثر - ۱۴)  
 اُٹھئے، پھر ڈرائیے، اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیا  
 کیجئے۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھتے اور (بتوں  
 کی) گندگی سے الگ رہیے۔ اور کسی کو اس غرض سے  
 نہ دیجئے کہ اس سے زیادہ حاصل کیجئے۔ اور اپنے  
 پروردگار کی خاطر صبر کرتے رہیے۔

تذکیر کی تاکید ابھی آپ کو اتنی ہو چکی ہے۔ اب اُسی کا ایک اور حکم۔

(۱۳۳) فَاذْكُرْ إِن لَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ -  
 آپ تذکیر کرتے رہیے اگر تذکیر کرنا مفید ہوتا ہے۔  
 (الاعلا)

مشروکوں کے کہے میں نہ آنے، اور سجدہ سے حصولِ قرب کا آخری حکم۔

(۱۳۴) كَلَّا لَا تَطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ -  
 ہرگز نہیں، آپ اس (منکر مکتذب) کا کہنا نہ مانئے۔  
 اور سجدہ کرتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔ (العلق)

غرض یہ کہ جہاں تک عبدیت و مسئولیت کا تعلق ہے، حضراتِ انبیاءؑ نہ صرف عام افراد  
 بشری کے ہم سطح ہوتے ہیں، بلکہ ان پر ذمہ داریاں اور فرائض تو عام افراد بشری سے زیادہ ہی  
 عائد ہوتے ہیں۔

## باب ۲

### قدرت اور انبیاء

دوسری صفات کی طرح صفت قدرت بھی انبیاء برحق کی محدود ہی ہوتی ہے۔ اور شرک پسند قوموں کو ٹھوکران کی صفت علم کی طرح صفت قدرت ہی میں سب سے زیادہ لگی ہے۔ ہادیان طریق کو عموماً قادرِ مطلق ہی سمجھ لیا گیا ہے، اور اسی مفروضہ کی بنا پر حاجت روا و مشکل کشا بھی انہیں قرار دے لیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ جاہلی کی تردید، ہر پہلو اور ہر جہت سے کی ہے۔

پہلی اور سب سے مقدم بات یہ ہے کہ پیغمبروں کا کام صرف تبلیغ پیام ہے یہ اپنی اُمت پر کوئی حاکم یا داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے جاتے، جو بہ جبر انہیں ہدایت پر لے لے ہی آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

① اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ  
 آپ تو بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں کچھ ان پر مسلط (کر کے) نہیں بھیجے گئے ہیں۔  
 (الغاشیہ)

یہ ارشاد بار بار ہوا ہے۔

② وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ۔ آپ کچھ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

(الانعام - ۱۳۷)

یہی ہدایت ایک برائے نام لفظی فرق کے ساتھ۔

③ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ۔ کہہ دیجئے کہ میں تم پر کچھ داروغہ نہیں ہوں۔

(الانعام - ۸۷)

## یالیوں

(۴) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا - ہم نے آپ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔

(بنی اسرائیل - ۶۷)

یا پھر ذرا اور اضافے کے ساتھ۔

(۵) أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوًى أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ○ کیا آپ نے اس کے حال پر بھی نظر کی، جس نے اپنا خدا اپنی خواہش کو بنایا، تو کیا آپ اس پر ملط

(الفرقان - ۴۷) ہو کر رہ سکتے ہیں؟

ایک جگہ اور یہی مضمون ذرا تغیر لفظی کے ساتھ۔

(۶) وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ - تو آپ ان پر کچھ جبر کرنے والے تو ہیں نہیں۔

(ن - ۱۳۷)

ایک جگہ اور، ایک دوسرے لفظ کے ساتھ۔

(۷) وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِیْظًا - اور ہم نے آپ کو ان پر کچھ نگہبان تو بنایا نہیں۔

(الانعام - ۱۳۷)

اور اسی مضمون کو خود پیغمبر کی زبان سے دو دو بار ادا کرایا ہے۔

(۸) وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِیْظٍ (الانعام - ۱۳۷) اور میں تم پر کچھ نگہبان تو ہوں نہیں۔

(۹) " " " " (ہود - ۷۱)

کہیں اسی مضمون کو سوالیہ انداز میں دہرایا ہے۔

(۱۰) أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ

مُؤْمِنِينَ - (یونس - ۱۰) وہ ایمان لے آئیں۔

یہ غلط فہمی ایک طرف تو منکروں اور مشرکوں کو منصب رسالت سے متعلق تھی کہ وہ اسے

بھی رسالت کا ایک جزو سمجھ رہے تھے کہ پیغمبر کسی طرح زبردستی اپنی امت دعوت کو ایمان

لے آئے پر مجبور بھی کر دیں اور اوپر کی ساری آیتیں اسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے تھیں۔ لیکن دوسری طرف خود پیغمبروں اور بالخصوص ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ افراط شفقت کی بنا پر دل سے یہی دھن لگی ہوئی تھی کہ مخاطبین میں کوئی بھی نعمت ایمان سے محروم نہ رہے، سب کے سب دعوت توحید قبول ہی کر لیں۔ اس لئے خود ان حضرات کو بھی بار بار آگاہ کیا گیا کہ آپ کو نہ یہ قدرت حاصل، اور نہ آپ کی خواہش کو اس میں کچھ دخل۔ یہ دعوت ایمان کا قبول و رد، اللہ تعالیٰ نے تمام تراپنی مشیت کو نبی کے ماتحت رکھا ہے۔ حضور کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

﴿۱۱﴾ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ۔ (یوسف - ع ۱۱) اکثر لوگ ایمان نہیں لانے کے، گو آپ کی (کی) حرص ہی ہو۔

دوسری جگہ یہ مضمون یوں آیا ہے کہ اندھے جب اپنی قوت ارادی سے گمانے کے راستہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے، تو آپ انہیں کیسے راہ راست پر لاسکتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ أَفَأَنْتَ تُهْدِيُ الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ۔ (یونس - ع ۵) تو کیا آپ اندھوں کو راہ دکھادیں گے درآخی لیکہ وہ بصارت سے کام لینا ہی نہیں چاہتے؟

اور اس سے معا پہلے  
﴿۱۳﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَتَعْقِلُونَ۔ (ایضاً) تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے درآخی لیکہ وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتے؟

آیت کے یہی دونوں جزو پھر ایک جگہ دہرائے گئے ہیں۔  
﴿۱۴﴾ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ۔ (الزخرف - ع ۴) تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے، یا اندھوں کو راہ دکھادیں گے؟

اور اسی سے ملتا جلتا مضمون ایک جگہ اور ہے،  
﴿۱۵﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمُوتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ أَنتَ نَقِیًّا نہ مُردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں

الصَّعْدَ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ○ کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیچھے مڑ کر گھا رہے ہوں اور نہ آپؐ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ (النمل - ۶ ع)

اور یہی آیت برائے نام لفظی بلکہ حرفی فرق کے ساتھ، سورۃ الروم ع ۵ میں — غرض یہ کہ پیغمبروں کی بے بسی قبول ہدایت خلق کے باب میں واضح سے بھی بڑھ کر واضح ہے۔ پیغمبروں، خصوصاً ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار بتایا گیا، کہ ان کی حیثیت بس ایک یاد دلانے والے، نصیحت کرنے والے تبلیغ کرنے والے کی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، ہدایت کا اختیار کام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿۱۶﴾ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ - (ہود - ۲ ع) آپ تو بس ایک ڈرنے والے ہیں اور ہر چیز کا مختار اللہ ہے۔

﴿۱۷﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ آپ تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک یاد دلانے والے ہیں۔ (الغاشیہ)

﴿۱۸﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ ہم نے آپؐ کو تو بس بشیر و نذیر ہی بنا کر بھیجا۔ (بنی اسرائیل - ۱۲ ع)

﴿۱۹﴾ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ - (النور - ۷ ع) پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (احکام و ہدایت کا) اور یہی آیت مکرر ہو کر العنکبوت، ع ۲ میں بھی آئی ہے۔

کہیں خود پیغمبر کی زبان سے یہ کہلایا گیا ہے۔

﴿۲۰﴾ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ۔ (النمل - ۷ ع) جس کسی نے راہ ہدایت اختیار کی، اس نے اپنے ہی لئے اختیار کی، اور جو گمراہ رہا تو آپؐ کہہ دیجئے کہ میں تو بس ایک ڈرانے والا ہی ہوں۔

(۲۱) اِنَّ اَنْتَ الْاَسَدُ الْبَرُّ - (الفاطر ع) آپ تو بجز اس کے کہ ایک ڈرانے والے میں اور کچھ نہیں۔  
آنحضورؐ کو مخاطب کر کے خاص طور پر یہ تلقین ہوئی ہے کہ آپؐ اسے راہ پر نہیں لاسکتے  
ہیں جسے آپؐ چاہیں، بلکہ یہ تو مامتر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(۲۲) اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ -  
آپؐ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپؐ چاہیں، بلکہ اللہ ہی راہ ہدایت دکھا دیتا ہے۔  
(القصاص - ۶ ع) جس کے لئے اس کی مشیت ہوتی ہے۔

ایک پیغمبرؐ کی زبان سے یہ کہلایا ہے کہ میری ساری ہی ساری کوشش تبلیغ بے اثر  
رہے گی، اگر مشیت الہی قبول حق کی تائید میں نہیں۔

(۲۳) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ اَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ  
(نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا) میری خیر خواہی تمہارے  
کچھ کام نہیں آسکتی اگرچہ میں تمہاری کیسی ہی خیر  
خواہی کروں۔ جبکہ اللہ ہی کا ارادہ تمہیں گمراہ  
رکھنے کا ہو۔ وہی تمہارا رب و رزگار ہے۔ اور اس  
(ہود - ۳ ع)

کی طرف تم واپس کئے جاؤ گے۔

منکرین و مشرکین اپنے اپنے وقت کے پیغمبروں سے برابر طالب معجزہ و خارق عادت  
کے ہوتے رہے ہیں اور انہیں چیلنج کرتے رہے ہیں کہ اگر بڑے خدا رسیدہ ہو تو فلاں فلاں  
ہونی بات کر کے دکھا دو، ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر دین کی نصرت و غلبہ کے لئے حضرات  
انبیاءؑ کیسی کچھ آرزو اور تڑپ چیلنج کی منظوری کی رکھتے ہوں گے اور کیسے بے قرار ہو کر رہتے  
ہوں گے، کہ منکروں کے مطالبے کی طرح بھی پورے ہو کر رہیں۔ اس سب کے باوجود تعلیم اسی  
حقیقت کی ہوتی رہی، کہ انبیاءؑ کے اختیار میں کیا ہے، یہ سب تو محض اختیار خداوندی میں  
ہے۔

کہیں یہ حقیقت ایک کُلّی صورت میں بیان کی ہے۔



(۲۴) وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ - کسی رسول کے بس میں یہ نہیں کہ وہ ایک نشان (خاص) بھی بغیر اللہ کے حکم کے لاسکے۔

اور اسی حقیقت کو انہیں لفظوں میں ایک بار پھر سورۃ المؤمن ع ۸ میں دہرایا ہے۔ اور کہیں اسے خود پیغمبروں کی زبان سے ادا کرایا ہے۔ عین موقع اشتعال پر اور منکروں کے چیلنج کے وقت،

(۲۵) وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَهُ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ - (ابراہیم - ۲۷) یہ ہمارے بس میں نہیں کہ ہم تمہیں کوئی معجزہ دکھا سکیں سوا اس صورت کے کہ اللہ ہی کا حکم ہو۔ اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ اگلی آیتیں اپنے اپنے پیغمبروں سے شدید انکار کے ساتھ پیش آئی ہیں، اور انہیں دعوت دی ہے کہ بڑے سچے ہونو کوئی معجزہ لا دکھاؤ نہ۔

اور پھر یہ حقیقت نوسادہ طور پر نبی برحق کی زبان سے ادا کرائی ہے کہ معجزات تو اللہ ہی اپنی قدرت سے دکھاتا ہے، اور میرا کام تو صرف متنبہ و خبردار کر دینا ہے۔

(۲۶) قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَأِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ - (العنکبوت ع) آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں، اور میں تو محض ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(۲۷) قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ - آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں۔ (الانعام - ۱۳ ع)

منکروں کی طرف سے مطالبے معجزے ہی کے ہوتے تھے اور جواب میں پیغمبر کی بے اختیاری کا بیان ہوتا تھا۔

(۲۸) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَكُلُّ قَوْمٍ هَادٍ - (الرعد - ۱۷ ع) اور کافر یہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے پروردگار کی طرف سے کیوں نہ اتری (حالانکہ) آپ تو محض ڈرانے والے ہی ہیں، اور ہر قوم کے

ایک رہبر ہے۔

اور کہیں اس عجز اور بے اختیاری کا اظہار خود پیغمبرؐ کی زبان سے کرایا ہے۔

(۲۹) مَا عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۖ  
إِنِ احْكُمُوا إِلَيَّ - (الانعام - ع ۷)

میرے پاس وہ نہیں جس کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ اختیار تو بس تمام تر اللہ ہی کا ہے۔

یا اسی سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ۔

(۳۰) قُلْ لَوْ أَنِّي عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ  
بِهِ لَفُضِّلَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ

آپؐ کہہ دیجئے کہ میرے پاس اگر وہ ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو، تو بس میرا تمہارا فیصلہ ہی (اب تک) ہو چکا ہوتا۔

(الانعام - ع ۷)

پیغمبروں کو ہدایت یہ ہوتی ہے کہ منکروں سے کہہ دیں، کہ نتائج کا انتظار تم بھی کرو اور

میں بھی کر رہا ہوں۔

(۳۱) قُلْ إِنِّي نَظَرْتُ وَإِنَّا مُنْتَظَرُونَ ۖ

آپؐ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم بھی انتظار کرو

اور ہم لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

(الانعام - ع ۲۰)

ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر ہے، کہ اُن کی پھونک سے مصنوعی پرندے

اُڑنے لگتے تھے۔ اور نابینا اور مبروص اُن سے اچھے ہو جاتے تھے، ان سب جگہ قید "باذنی"

(میرے حکم سے) کی لگی ہوئی ہے۔ اور آیت متعلقہ کے اندر یہ لفظ تین تین بار آیا ہے (المائدہ

ع ۱۵)

پھر پیغمبرؐ اپنی والی جو کچھ سعی اصلاح کرتے ہیں اُسے بھی منسوب اپنی جانب نہیں کرتے۔

وہ جو کچھ بھی ان سے بن پڑتی ہے۔ وہ محض توفیق الہی سے ہوتی ہے۔ ایک پیغمبرؐ برحقِ حضرت

شعیبؑ کی زبان سے اس کا پورا اعتراف موجود ہے۔

(۳۲) إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا

میں تو بس اصلاح ہی چاہتا ہوں۔ جتنی بھی میرے

اَسْتَطَعْتُ ۖ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۖ

بس میں ہو۔ اور مجھے جو کچھ بھی توفیق ہو جاتی ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاللَّهِ اُنْيَبُ۔ وہ بھی بس اللہ ہی کی مدد سے اسی پر بھروسہ

رکھتا ہو، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (ہود - ۸ ع)

پیغمبروں کے لئے ظاہری قوت و غلبہ ہرگز لازمی نہیں۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ وہ مکرو کا مقابلہ مادی قوت سے بالکل نہ کر سکے۔ اور اس کا اظہار بھی حسرت سے کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یورش و یلغار دیکھ کر بولے۔

(۳۳) تَوَاتَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ اَوْ اَوْحٰتْ

اِلٰی رُكْنٍ شَدِيدٍ۔ (ہود - ۷ ع) میں کسی مضبوط پائے کی پناہ پکڑنا۔

اور حضرت نوح نے تو عاجز آکر دعا ہی یہ کی ہے۔

(۳۴) اِنِّیْ مَخْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ میں در ماندہ ہوں تو تو (میری طرف سے)

انتقام لے لے۔ (النمر - ۱۷ ع)

حضرت ہارون نے اپنے ہی والوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مغلوب پایا۔ اور وہ بھی اس درجہ کو قتل ہوتے ہوئے بچے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ جب پہاڑ سے واپس آئے، تو آپ نے اُن سے اسی طرح فریاد کی۔

(۳۵) قَالَ ابْنُ اُمِّ اَبِی الْقَوْمِ

اَسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْا نَبِیَّیْ۔ بولے کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) ان لوگوں نے مجھے (بالکل ہی) ضعیف سمجھ لیا، او

قریب تھا کہ مجھ کو ہلاک کر ڈالیں، (الاعراف - ۱۸ ع)

اور خود حضرت موسیٰ نے اپنی بے بسی اپنی ہی قوم کے مقابلہ میں پوری طرح محسوس کی ہے۔ اور اللہ سے اس کی فریاد کی ہے۔

(۳۶) قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ

وَ اَخِیْ فَافْرِقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ

الْفَاسِقِیْنَ۔ (المائدہ - ۴ ع) ہم دونوں، اور اس نافرمان قوم کے درمیان

فیصلہ کر دے۔

منکروں نے بعض پیغمبروں سے خود ہی بڑی بے باکی سے اپنے غلبہ و تفوق اور پیغمبروں کی بے بساطی کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شعیبؑ کی قوم ان سے کہتی ہے۔

(۳۷) **وَ اِنَّا لَنَرُكَ فِتْنًا صَحِيفًا وَّلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَ مَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ۔** (ہود۔ ۸۷)

ہم تو تم کو اپنے درمیان کمزور ہی پاتے ہیں۔ اور اگر تمہاری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تم پر تو پتھر اڑی کر چکے ہوتے۔ اور تم ہمارے مقابلے میں کچھ طاقتور تو ہو نہیں۔

پیغمبروں میں معصیتوں سے بچے رہنے کی جوت ہوتی ہے، یہ بھی ان کی ذاتی نہیں اللہ ہی کی مدد کا ایک ظہور ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قصے میں ہے کہ جب زوجہ عزیز نے آپؑ کو شریک معصیت کرنا چاہا ہے، تو قریب تھا کہ آپؑ بھی مائل ہو جاتے، کہ حق تعالیٰ کی طرف سے کسی تائید خصوصی نے آپؑ کو بالکل باز رکھا۔

(۳۸) **لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔**

اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی چکا تھا، اور ان کو بھی اس کا خیال ہو چلا تھا، اگر اپنے پروردگار کی دلیل (صریح) کو انہوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا۔

پیغمبروں کو حق شفاعت دیا گیا ہے، اور ہمارے رسولؐ کا استغفار تو کنگہ گاروں کے حق میں نعمت ہے۔ لیکن ہمارے رسولؐ کا بھی یہ اکرام عظیم، مستقل اور مطلق نہیں۔ موقع ایسے بھی آئے۔ جہاں آپؐ کا یہ استغفار بے اثر رہا۔ منافقین عہد رسولؐ کے باب میں ہے۔

(۳۹) **سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔**

ان لوگوں کے حق میں برابر ہے، آپؐ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

دوسری جگہ یہی مضمون اور زیادہ شدت بیان کے ساتھ آیا ہے۔

(۳۰) اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔  
 اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً آپ اگر ستر بار بھی ان کے حق میں استغفار  
 قُلْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ۔ کریں جب بھی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

(التوبہ - ع ۱۰)

دوسروں کے نفع و ضرر پر قادر ہونے کی نفی مطلق پیغمبروں کی ذات سے کر دی گئی ہے  
 خود حضور کو حکم ملا ہے۔

(۳۱) قُلْ اِنْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ (الجن - ع ۲۶) آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے حق میں کسی ضرر کا  
 اختیار رکھتا ہوں، نہ کسی بھلائی کا۔

اور دوسروں کے حق میں نافع یا ضار ہونا الگ رہا، پیغمبروں کو تعلیم ملی ہے کہ خود اپنے  
 ہی نفع و ضرر پر وہ قدرت نہیں رکھتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا ہے۔

(۳۲) قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔ (یونس - ع ۵) آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات تک کے لئے تو  
 کسی نفع اور ضرر کا اختیار رکھتا نہیں۔ ہاں  
 اللہ ہی کو جتنا منظور ہو۔

بلکہ یہاں تک ارشاد ہو گیا ہے۔

(۳۳) قُلْ اِنْ لِيُخَيَّرَ بَيْنِي مِنَ اللَّهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ سے کوئی پناہ نہیں  
 دے سکتا، اور نہ میں اس کے سوا پناہ پاسکتا

ہوں۔

(الجن - ع ۲۶)

عبدیت کامل، اور ہر طرح سے نفی اختیار و قدرت کی تصویر اس سے بڑھ کر اور کیسے  
 ہوگی۔

## باب ۳

# غم اور انبیاء

غصہ، خوف، خوشی، وغیرہ کی طرح غم و حزن بھی بشر کی ایک طبعی کیفیت کا نام ہے۔ اور حضرات انبیاء اس جذبہ سے بھی ماوراء اور مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ غم، حزن، ملال، ناگواری جس طرح سب کے لئے ہیں۔ پیغمبروں کے لئے بھی امر طبعی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے تذکرے میں، ایک بار نہیں، دوبار آیا ہے کہ جب آپؑ اپنی قوم کی گوسالہ پرستی کی اطلاع وحی الہی سے پا کر، کوہ طور سے بعجلت واپس تشریف لائے ہیں۔ تو غصہ کے ساتھ ساتھ رنج و ملال سے بھرے ہوئے تھے۔

① وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا (اعراف - ۱۸۶) اور موسیٰؑ جب اپنی قوم کی طرف واپس آئے، غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے تھے

② فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا (طہ - ۴۷) اور موسیٰؑ واپس آئے اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے۔

حضرت یوسفؑ جیسے محبوب فرزند کے فراق میں حضرت یعقوبؑ کے ملال و شدت حزن کا بیان تفصیل اور تکرار سے آیا ہے۔ ایک جگہ اپنے لڑکوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

③ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنَّ تَدْهُبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ (یوسف - ۲۷) آپ بولے کہ مجھے یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم (یوسفؑ کو) اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے اندیشہ ہے انہیں بھیڑ یا کھا جاوے۔

اور پھر جب فراق یوسفؑ میں ایک عرصہ گزر چکا، اس وقت آپ کے غم و الم کا منظر۔

(۴) وَقَالَ يَا سَفَى عَلَى يَوْسُفَ وَ  
ابْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ وَهُوَ  
كَظِيمٌ - (یوسف - ۱۰ ع)

اور فرزند ان یعقوب اپنے والد ماجد کی شدتِ غم کا تاثر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

(۵) قَالُوا اتَاكَ اللَّهُ تَفْتُؤًا تَذَكُّرُ  
يُوسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَصًا أَوْ  
تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ - (ایضاً)

ظاہر ہے کہ یہ دونوں منظر کتنے شدید ہی غم و الم کے مظہر ہو سکتے ہیں۔ حضرت یعقوب اپنے لڑکوں کے جواب میں جو کچھ فرماتے ہیں، اس میں اس شدتِ تاثر سے ذرا انکار نہیں کرتے، صرف اس کا رخ ایک مرد خدا کی طرح بجائے مخلوق کے خالق کی طرف منہ پھیر دیتے ہیں۔

(۶) قَالَ إِنَّمَا أَتَسْكَبُ آبِئَتِي وَحُزْنِي  
آپ بولے کہ میں اپنے درد و غم کا دکھڑا (تم  
سے کہیں تھوڑے روتا ہوں) صرف اپنے اللہ  
کے سامنے روتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت یوسف جب اپنے کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کر چکے ہیں، تو اپنے والد ماجد کے افراطِ غم کا علاج یہی تجویز کرتے ہیں کہ اپنا پیرا بہن ان کی آنکھوں پر ڈال دیں، جس سے ان کی کھوئی ہوئی بینائی پھر واپس آجائے گی۔

(۷) إِذْ هَبُوا بَقِيَّةَ صَبْرِهِ هَذَا فَأَلْقَوْهُ  
عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا - (ایضاً)

چنانچہ یہی علاج کارگر ہوا۔ اور اس تدبیر سے آپ کی بینائی واپس آئی۔

(۸) فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ آلْقَهْ عَلَى  
وَجْهِهِ فَأَرْتَدَّ بَصِيرًا۔ (یوسف ع)  
پھر جب خوش خبری لانے والا پہنچا، تو اس نے  
وہ پیر میں آپ کے چہرے پر ڈال دیا۔ اور اس  
سے آپ کی بینائی واپس آگئی۔

اللہ اکبر، کیا ٹھکانا ہے اس تعلق قلب کا جو اس پیر برحق کو اپنے صاحبزادے  
کے ساتھ تھا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر جب اپنی ساری تبلیغی کوششیں ضائع جاتے دیکھیں تو رنج  
و ملال پیدا ہونا طبعی تھا۔ اُن سے ارشاد ہوا ہے۔  
(۹) فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اس پر تاسف نہ  
کر۔ (ہود - ۴۷)

حضرت لوطؑ کے تذکرے میں ہے کہ جب فرشتے نوحؑ کی شکل میں آپ کے پاس  
پہنچے تو قدرتا آپ کو بڑا تردد اور بڑا اندیشہ پیدا ہوا جس پر اُن فرشتوں کو آپ کو سمجھانا پڑا۔  
(۱۰) وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا

سَيِّئَ بِيَهُمْ وَصَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَ  
قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ۔  
اور جب ہمارے وہ فرستائے لوطؑ کے ہاں پہنچے،  
تو لوطؑ ان کے باعث مغموم ہوئے اور ان کے  
باعث تنگ دل ہوئے اور وہ فرشتے کہنے  
(العنکبوت - ۲۷)

لگے کہ آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں۔  
خبر و وحسینؑ لڑکوں کے آجانے سے، اس فضا اور ماحول میں ایک باعزت شریف انسان  
کو فکر و تشویش قدرتی تھی، اور وہ آپ کو بھی ہو کر رہی۔

حضرت یونسؑ کے ذکر میں آتا ہے کہ جب وہ ایک مرتبہ مچھلی کے پیٹ میں قید تھے، تو عام  
انسانوں کی طرح انہوں نے بھی گھٹن محسوس کی، اور اس گھٹن سے نجات پانے کی انہوں نے دعا  
کی۔ اور اس دعا کو قبول کر کے انہیں اس غم سے نجات بخشی گئی۔ اور ایسی نجات مومنین کے



لئے عام ہے۔

﴿۱۱﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ۔  
سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہیں گھٹن سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ (الانبیاء - ۶۷)

خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جراثیم مخالفین و معاندین کی طرف سے پہنچتی تھیں جن سے آپ صدمہ و غم محسوس کرتے تھے، ان کا ذکر بھی قرآن مجید نے صراحت و تکرار کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً کہیں یوں کہ

﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۔ (الحجر - ۶۷)  
اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے رہتے ہیں۔ اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔

یا ان الفاظ میں

﴿۱۳﴾ قَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ۔ (الانعام - ۴۷)  
ہم خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس سے آپ کو رنج ہوتا ہے۔

اور کہیں یوں کہ مومنین کے درد دکھ کو رسولؐ اپنا درد دکھ محسوس کرتے ہیں۔  
﴿۱۴﴾ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ (البرہ - ۱۶)  
ان (رسولؐ) پر گراں گزرتی ہے جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے۔

کہیں آپ کو افراط غم و ملال سے روکا ہے۔

﴿۱۵﴾ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔ (الکہف - ۱۷)  
تو یہ لوگ اگر اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو آپ شاید ان کے پیچھے غم سے اپنی جان ہی دے دیں گے۔

یا اسی سے ملتے ہوئے مختصر تر لفظوں میں :

﴿۱۶﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ إِلَّا يَكُونُوا  
آپ شاید اس پر اپنی جان ہی دے دیں کہ

مُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء ۱۷) یہ لوگ ایمان نہیں لارہے ہیں۔  
 حزن و ملال، آپ کو کافروں کے انکار و عناد سے پیدا ہونا بالکل ایک امر طبعی تھا،  
 اس سے آپ کو متعدد موقعوں پر روکا گیا ہے۔  
 (۱۷) وَلَا يَخْزُنْكَ قَوْلُهُمْ۔ (یونس ۷) ان لوگوں کی گفتگو آپ کو رنج میں نہ ڈالے۔

یا یوں کہ

(۱۸) وَلَا تَخْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ (الحجر ۶۷) آپ ان لوگوں پر غم نہ کیجئے۔  
 یا ذرا اضافہ کے ساتھ یوں، کہ  
 (۱۹) وَلَا تَخْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَلٰقٍ مِّمَّا يَكْمُرُونَ (النحل ۶۷) یہ چلتے ہیں، اُن سے طول نہ ہو جائے۔  
 اور یا پھر اس جامع عبارت میں، کہ  
 (۲۰) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ۔ (فاطر ۲۷) ہی نہ جاتی رہے۔

اتنی نصرتحات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ غم و حزن صدمہ و ملال جس طرح  
 ہر بشر کی زندگی کا جزو ہیں۔ حضرات انبیاء بھی ان سے خالی نہیں رہے ہیں۔

## باب (۴)

### غَضَبُ اور انبیاء

بشری جذبات میں خوف، مسرت وغیرہ ہی کی طرح ایک جذبہ غصہ یا غضب کا بھی ہوتا ہے، جو عموماً فرط غیرت سے پیدا ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء کو بڑے حلیم، بڑے رحیم، بڑے نرم دل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ سرے سے اُن میں قوتِ غضبی ہوتی نہیں۔ یا وہ اشتغال کسی موقع پر قبول ہی نہیں کرتے۔ غصہ انہیں بھی دوسرے انسانوں کی طرح آتا ہے، البتہ اپنے محل ہی پر آتا ہے۔ بیجا اور خواہ مخواہ نہیں آجایا کرتا۔ اور یہ حال تو مومنین صادقین کا بھی ہے کہ اشتغال کے وقت عموماً وہ اس کے متضاد پر عمل نہیں کرتے، بلکہ شانِ غفوریت کا پرتو دکھاتے رہتے ہیں۔

① وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ۔ اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو (جائے اس کے) (الشوریٰ - ۴۷) متضاد پر عمل کرنے کے) معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے غصہ کا ذکر قرآن مجید نے مراحت کے ساتھ اور بار بار کیا ہے۔

حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر توریت لینے گئے ہیں، اور اسرائیلیوں نے آپ کی غیبت میں گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے، اور آپ کو اس کی اطلاع وہیں پہاڑ پر وحی الہی سے ملی ہے، تو آپ غیرتِ دینی سے جوش میں بھرے ہوئے بہ عجلت پہاڑ سے اترے ہیں، اور حضرت ہارونؑ پر، جن کو آپ اپنا جانشین بنا گئے تھے، ناراضگی کا اظہار خصوصیت سے کیا ہے۔

۲) وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسًا خَلَفْتُمُونِي مِنِّي بَدَلْتُمُونِي بِأَعْيُنِكُمْ وَأَنتُم بَأْسَافُونَ ۚ أَلَقَىٰ الْأَلْوَامَ وَآخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ (الاعراف - ۱۸ ع)

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی جانب واپس ہوئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد بڑی نامقول حرکت کی۔ کیا اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی۔ اور (توریت) کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر انہیں اپنی طرف گھٹینے لگے۔

توریت کی تختیوں کو زمین پر پھینک دینا، اور اپنے بھائی پر، جو میر بھی تھے، جسمانی حملہ کر بیٹھنا، ظاہر ہے کہ انتہائی غیظ و غضب ہی میں ہو سکتا ہے۔ اور یہاں تو غصہ ظاہر ہے کہ کسی شخصی معاملہ میں نہیں، دین توحید کی توہین پر تھا۔

پھر چند ہی سطریں بعد ہے۔

۳) وَلَمَّا سَأَلْتَعْنِ مُوسَىٰ الْغَضَبَ أَخَذَ الْأَلْوَامَ ۚ (الاعراف - ۱۹ ع)

جب موسیٰ کا غصہ فرو ہو گیا۔ انہوں نے تختیاں (زمین سے) اٹھالیں۔

اسی غیظ فی اللہ کا ذکر ایک دوسری جگہ اختصار و اجمال کے ساتھ ہے۔

۴) فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ (طہ - ۴ ع)

پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے۔

اور اس کے ذرا بعد ہے، کہ جب آپ نے حضرت ہارونؑ سے مواخذہ کیا ہے، کہ تم نے ان لوگوں کو اس مرتع گراہی سے روکا کیوں نہیں۔ تو جواب میں حضرت ہارونؑ کے الفاظ قابل غور ہیں۔

۵) قَالَ يَا بُنُوَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ (طہ - ۵ ع)

ہارون بولے، کہ اے میرے ماں جانے بھائی میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑیے (یعنی نہیں چھوڑ دیجئے)۔

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ فرط غضب اور غیرت دینی میں، جسمانی حملے کے کن حد و تک پہنچ گئے تھے۔

قرآن مجید یہ سائے تذکرے بغیر کسی نیکر یا شائبہ نیکر کے نقل کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہونے کے ایسے موقعوں پر یہ شدت غضب، نہ صرف طبعی تھی، بلکہ جواز عقلی و شرعی بھی رکھتی تھی۔

ایک جگہ، اس سلسلے سے الگ، حضرت موسیٰ کی یہ دعا بھی فرعون اور فرعونوں پر نقل ہوئی ہے۔

⑥ وَ اَشْدُّ دَعْوًا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ  
حَتّٰی يَزِدُّوا الْعَذَابَ اِلَّا لِيَحْمِلُوْهُ  
ان کے مالوں کو تو ہنس نہس کر دے اور ان کے  
دلوں کو سخت کر دے، کہ یہ ایمان نہ لانے پائیں  
یہاں تک کہ عذاب دردناک کو دیکھ لیں۔  
(یونس - ع ۹)

ظاہر ہے کہ ایسی بد دعا، شدید غضب فی اللہ ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

حضرت یونس بھی ایک پیغمبر برحق ہی ہوئے ہیں۔ ان کے تذکرے میں ہے کہ جب ان کے خیال کے مطابق عذاب حسب وعدہ ان کی قوم پر نہ آیا، تو وہ غصہ سے مغلوب ہو کر، شہر چھوڑ کر چل کھڑے ہوئے۔

④ وَ ذَا النُّونِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا  
فَخَظَرَ النَّوْمَ ثُمَّ وُجِدَ فِي مَخْرَجِ  
اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے جب وہ  
غصہ میں بھر کر چل کھڑے ہوئے اور یہ سمجھے کہ  
ہم ان پر گرفت نہ کر سکیں گے۔  
(الانبیاء - ع ۶)

حق تعالیٰ سے یہ بدظنی (بالکل وقتی طور پر ہی) صرف غضب شدید سے خنوبیت ہی کی حالت میں ممکن ہے۔ غرض یہ کہ غضب بلکہ شدت غضب بھی جس طرح ساری نوع بشر کے لئے طبعی ہے۔ انبیاء و مرسلین کے لئے بھی ہے۔

## باب ۵

# خوف اور انبیاء

غم، غضب، وغیرہ کی طرح خوف بھی بشری زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ ڈر انسان کے لئے ایک طبعی چیز ہے۔ اور انسان ہر اس چیز سے ڈرتا رہتا ہے، جو اسے نقص پہنچا دینے کی قوت رکھتی ہے نامعلوم، نامانوس، چیزوں سے وحشت اور گھبراہٹ بھی فطرت بشری میں داخل ہے۔

قرآن مجید نے دوسرے جذبات کے ساتھ اس جذبہ کا بھی اثبات حضرات انبیاء کے حق میں زور و قوت کے ساتھ کیا ہے۔ اور خوف و محزن کا اجتماع اکثر ہوتا ہے، اس لئے قرآن مجید نے ان دونوں کا بھی ذکر کہیں کہیں ساتھ ساتھ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل کے تذکرے میں ہے، کہ جب آپ کے پاس کچھ اجنبی مہمان وارد ہوئے، اور آپ نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، جسے انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا، تو آپ کو (اس زمانہ کے دستور کے مطابق، کہ ڈاکو اور ہرن، جس کو لوٹنا چاہتے تھے، اس کے ہاں کھانا نہیں کھاتے تھے) ان سے خوف پیدا ہوا۔ اس پر ان نوواردوں نے آپ کو تسکین دی۔

① فَلَمَّا رَأَوْهُمُ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ  
تَكَرَّهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً  
قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ  
لَّوْطٍ۔ (ہود۔ ع ۷)

جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان (نوواردوں) کے ہاتھ اس (کھانے) تک نہیں جا رہے ہیں تو آپ ان سے متوحش ہوئے۔ اور ان سے آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ وہ (نووارد)

بولے، آپ ڈریئے نہیں، ہم قوم لوط کی طرف  
فرستادہ ہیں۔

اور یہی مضمون ایک دوسری جگہ ہے۔ اور یہاں بھی خوف کے دُہرے دُہرے ذکر  
کے ساتھ :

(۲) فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ ۚ (الذاریات - ۴۷) آپ کے دل میں ان سے خوف پیدا ہوا، وہ  
(نواوارد) بولے کہ آپ ڈریئے نہیں،

اور پھر یہ مضمون ایک تیسری جگہ بھی وارد ہوا ہے، خوف کی اسی صراحت اور  
اسی تکرار کے ساتھ۔

(۳) قَالَ إِنَّا مَعَكُمْ وَجِلُونَ ۚ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ  
عَلِيمٍ ۚ (الحجر - ۴۷) ابراہیم بولے، ہم تو تم لوگوں سے ڈر معلوم  
ہوتا ہے وہ بولے ڈریئے نہیں ہم آپ کو  
ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں۔

ایک جگہ یہ مزید نصرت بہ طور ضمیمہ کے آئی ہے۔

(۴) فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ ۚ پھر جب ابراہیم کے دل سے دہشت دور  
ہو چکی، اور انہیں خوشخبری مل چکی الخ

(ہود - ۷۷)

یہی اللہ کے فرستادے، جب نوجوان خوب روٹوؤں کی شکل میں حضرت لوط کے پاس  
پہنچے ہیں، تو قدرتنا آپ کو بھی تردد و تشویش ہی نے گھیرا۔

(۵) وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا ۖ سِئَاءَ بِهِمْ وَصَاقٍ بِهِمْ ذُرْعًا ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۚ  
اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس پہنچے،  
تو آپ ان کے سبب غمغمو ہوئے اور ان کے  
سبب تنگ دل ہوئے تو ان (فرستادوں)  
نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ ملول ہو جیئے۔

(العنکبوت - ۲۷)

حضرت لوطؑ نے اس موقع پر اپنے ہم قوموں سے جو گفتگو کی ہے خود اس سے آپؐ کی تشویش عیاں ہو رہی ہے۔

⑥ قَاتِلُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ فِي صُفْيَىٰ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ۔  
اللہ سے ڈرو، اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھلا آدمی

نہیں؟

(ہود - ۷۷)

حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے جب آپ کے پاس آکر یوسفؑ کو اپنے ساتھ جنگل لے جانے کی اجازت چاہتے ہیں، تو آپؑ پر حالات کے عین مطابق اور طبعی طور پر تردد و تشویش کا غلبہ ہوتا ہے۔

⑦ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَآخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ۔  
یعقوب بولے مجھے اس سے فکر ہو رہی ہے کہ تم یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے جاؤ، اور وہ انہیں بھیڑ یا کھا جائے۔

(یوسف - ۲۷)

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے جب ایک مصری (قبطی) نادانستہ قتل ہو گیا۔ تو آپؑ پر انجام کے خیال سے دہشت طاری ہوئی۔

⑧ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ (القصص - ۲۷)  
شہر میں موسیٰؑ نے صبح کی۔ خوف اور دہشت کی حالت میں۔

پھر جب شہر چھوڑ کر آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے ہیں تو بھی اسی حالت میں، اور اللہ سے دعا اور پناہ مانگتے ہوئے۔

⑨ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔  
آپ شہر سے نکلے خوف اور دہشت کی حالت میں، اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں سے نجات دے۔

(ایضاً)

ان کی تسکین و تسلی کے لئے غیب سے جو ندا آئی، اس میں بھی راحت و خوف کی ہے۔



⑩ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنْ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (القصص۔ ۲۷) نجات مل گئی۔ ارشاد ہوا کہ ڈرو نہیں، تمہیں ظالم لوگوں سے

یہی حضرت موسیٰؑ جب منصب نبوت پر سرفراز ہو چکے ہیں اور دعوت کے ساتھ مصروفِ مہم کی طرف بھیجے جا رہے ہیں، تو اس وقت بھی اندیشہ انتقام سے آپ خائف ہیں۔

⑪ قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ○ (القصص۔ ۲۷) (موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار میں ان لوگوں میں سے ایک شخص کو ہلاک کر چکا ہوں اور اندیشہ رکھتا ہوں کہ لوگ مجھے نہ مار ڈالیں۔)

پھر خود تبلیغ رسالت کے صلے میں بھی آپؑ کو اور آپؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کو، کہ وہ بھی سیمبر ہیں۔ ادھر سے ظلم اور زیادتی کا خوف و اندیشہ ہی ہے۔ اور آپؑ کو تسکین اسی سلسلے میں دی جاتی ہے۔

⑫ قَالَ رَبَّنَا إِنَّنَا لَمُخَافَاتُ أَنْ يَفْضَرُ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ۔ (طہ۔ ۲۷) دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہم کو تو یہ ڈر ہے کہ وہ ہمارے اوپر زیادتی کر بیٹھے یا (اور زیادہ) سرکشی اختیار کر لے۔ ارشاد ہوا کہ تم دونوں ڈرو نہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا، سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

اور حضرت موسیٰؑ نے تو اور زیادہ خوف و اندیشہ کا اظہار، فرعون اور فرعونوں کی طرف سے کیا۔

⑬ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّدَ بُؤْسًا وَيُضَيِّقُ صَدْرِي وَلَا يَنْقُذْ لِي سَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ وَلَهُمْ

حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں نہیں، اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے۔ اور میری

عَلَى ذَنْبٍ فَاحَاثُ أَنْ يَتَّقُوا - زبان نہیں چل رہی ہے۔ تو تومیرے ہمراہ  
(الشراء۔ ۲۷)  
ہارون کو کر دے۔ اور ان لوگوں کا ایک جرم  
بھی تو میں کر چکا ہوں۔ تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ  
مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔

پھر جب انہیں حضرت موسیٰ کا مقابلہ دربار فرعون کے ساحروں سے آپڑا ہے۔ اور  
انہوں نے شعبدہ بازی کے زور سے رستیوں کے سانپ بنا بنا کر دوڑائے ہیں۔ تو پھر یہ پیمر  
برحق وقتی طور پر ڈر گئے ہیں۔

(۱۴) فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى اب موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف مظم ہوا،  
قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى ہم نے کہا کہ ڈرو نہیں، غالب تم ہی رہو گے۔  
(طہ۔ ۳۷)

لفظ خوف کا مکرر آنا تاکید ہی کے لئے ہے۔ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت نہیں۔  
اور یہ تو خیر دشمن سے مقابلہ کا میدان تھا، جب حضرت موسیٰ کو عصا کے سانپ بن جانے  
کا معجزہ عطا ہوا تو باوجودیکہ آپ کے انتہائی اکرام و عزت افزائی کا موقع تھا۔ آپ پر خود اپنے  
ہی معجزہ کو دیکھ کر انتہائی خوف طاری ہوا۔

(۱۵) فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَمُوسَى لَا  
تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ۔ اور جب آپ نے اس (عصا) کو لہراتے ہوئے  
دیکھا کہ جیسے وہ سانپ ہے۔ تو آپ اُلٹے پڑے  
بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا، اے  
موسیٰ ڈرو نہیں۔ ہمارے سامنے پیمر ڈرا نہیں  
(النمل۔ ۱۷)

کرتے۔

اور یہی مضمون ایسی ہی مراحت و تاکید کے ساتھ ایک دوسری جگہ۔

(۱۶) فَلَمَّا رَأَاهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ پھر جب آپ نے اس (عصا) کو دیکھا کہ وہ لہرا

وَلِي مُدَبِّرًا وَلَهُ يَعْقِبُ يُمُوسَىٰ أَقْبَلُ  
 وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ۔  
 رہا ہے، جیسے کہ سانپ، تو آپ اُلٹے پیروں  
 بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اے موسیٰ سنا  
 (القصص - ع ۴۷) کرو اور ڈرو مت۔ تم ہر طرح محفوظ ہو۔

غرض انتہائی خوف بلکہ دہشت تک کی کیفیت اور وہ بھی مادی خوفناک چیزوں سے  
 پیہروں پر برابری ہوتی رہی ہے۔ اور اس حیثیت سے پیہر عام فطرت بشری سے ماورا  
 نہیں ہوتے۔

---

## باب ۶

### نسیان اور انبیاء

انبیاء سے جس چیز کی نفی کی گئی ہے، اور جس سے معصوم رکھا گیا ہے، وہ معصیت ہے۔ یعنی اللہ کے کسی حکم یا قانون کی ارادی نافرمانی۔ یا وحی الہی میں کسی قسم کا تصرف۔ باقی جو امور طبعی لوازم بشریت ہیں، خواہ جسمانی ہوں یا دماغی و عقلی، اُن سے نفی کہیں بھی نہیں آئی ہے۔ بلکہ اگر ان سے پیغمبروں کو یکسر محفوظ بنا کر بھیجا جاتا تو مسکروں اور کافروں پر حجت کیونکر قائم ہوتی اور **يَسِّرْ قَسْرُكُمْ** کا تحقق کس طرح ہوتا۔

وقتی دماغ فرد گزاشت یا سہو و نسیان ایک خاصہ نبی آدم ہے، قرآن مجید نے اسے صاف کر دیا ہے، کہ یہ خاصہ تو انسان کے خود ابوالآبار حضرت آدمؑ میں پایا گیا ہے۔

① **وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلُ** اور اس سے قبل ہم نے آدم کو ایک حکم دیا تھا، **فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا**۔ (طہ۔ ۶۴) سو وہ (اُسے) بھول گئے، اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔

یعنی ہمہ وقتی و ہر جہتی استحضار آدمؑ سے نہ ہو سکا۔

حضرت موسیٰؑ جب حسب ہدایت الہی ایک بندہ عارف کی تلاش میں ایک رفیق کو ساتھ لے کر چلے ہیں، تو راستہ میں ایک مقام پر اپنے ساتھ کی مچھلی ان کے ذہن سے بالکل نکل گئی۔

② **فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا** جب وہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو **حَوَتْهُمَا**۔ (الکہف۔ ۹۴) اپنے ساتھ کی مچھلی دونوں (بالکل) بھول گئے۔

نسیان یا بھول جانے کا انتساب قرآن مجید نے جس طرح ایک غیر نبی و غیر معصوم نبی سفر پر کیا ہے، ٹھیک اسی طرح موسیٰ نبی معصوم کی طرف بھی کیا ہے۔

پھر حضرت موسیٰ جب اس بندہ عارف سے ملتے ہیں، اور وہ آپ سے بعض باتوں پر مواخذہ کرتے ہیں، تو آپ عذر میں اپنی اسی بھول چوک کو پیش کرتے ہیں۔

(۳) قَالَ لَا تَأْخُذْ بَعَثَ نَسِيتُ موسیٰ نے کہا آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ  
وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عَسْرًا۔ کیجئے اور میرے (اس) معاملہ میں مجھ پر تنگی  
(الکہف - ع ۱۰) نہ ڈالئے۔

گویا حضرت موسیٰ اپنے نسیان کو نہ صرف بہ طور واقعہ پیش کرتے ہیں بلکہ محل معذرت پر اسے کافی بھی سمجھتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوتی ہے کہ  
(۴) وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ۔ اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کیجئے۔ جب بھول  
(الکہف - ع ۴) جایا کیجئے۔

تو معلوم ہوا کہ نسیان ایک لازمہ بشریت ہے، اور ایسی چیز ہے جو مرتبہ افضل البشر اور سرور انبیاء کے منافی اور اس کی قادر نہیں۔

## باب (۷)

### موت اور انبیاء

بشریت، عبدیت، مخلوقیت کا سب سے بڑا مظہر موت ہے باقی اور غیر فانی صرف وہ ہے، جو سب کا خالق و پروردگار ہے۔ باقی مخلوق میں جو افضل الخلاق اور خیر البریہ ہیں۔ انہیں بھی فنا اور موت سے چارہ نہیں۔ قرآن مجید نے یہ حقیقت، متعدد مقامات پر، اور مختلف طریقے اختیار کر کے، خوب وضاحت سے عیاں کر دی ہے کہ حضرات انبیاء اپنی اس حیات ناسوتی میں، غیر فانی نہیں فانی ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کی وفات طبعی طور پر بھی ہوتی رہتی ہے اور قتل و شہادت سے بھی۔

انبیاء بنی اسرائیل کے سلسلہ میں قوم اسرائیل کے خلاف بار بار یہ جرم عاید کیا ہے کہ یہ اپنے پیروں کو ناحق قتل یا شہید کرتے آئے ہیں۔

① وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ یہ (اپنے) پیروں کو بے قصور قتل کرتے ہیں

(البقرہ - ۷۷) ہیں۔

② وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ یہ (اپنے) پیروں کو بے قصور قتل کرتے

رہے ہیں۔ (آل عمران - ۳۷)

اور ذرا سے تغیر الفاظ کے ساتھ اسرائیلیوں کے جرائم کے سیاق میں۔

③ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ اور ان کا پیروں کو بے قصور قتل

کر ڈالنے (کا جرم)۔ (آل عمران - ۹۷)

④ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ۔ اور ان کا پیروں کو بے قصور قتل

ڈالنے (کا جرم)

حَقِّ - (النساء - ۲۲ ع)

یہی مضمون ذرا مختلف عبارت میں - اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے -

⑤ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ - (البقرة - ۱۱۷ ع) (کچھ پیغمبروں کو تو تم نے جھٹلایا) اور کچھ کو تو قتل ہی کر ڈالا -

اور ایک جگہ اور بجائے خطاب کے صیغہ غائب میں -

⑥ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ (کچھ پیغمبروں کو تو انہوں نے جھٹلادیا اور کچھ کو تو قتل ہی کر ڈالا - (المائدة - ۱۰ ع))

بعض پیغمبران جلیل کا نام لے کر ان کی موت یا ہلاکت کا ذکر فرمایا گیا ہے - مثلاً -  
④ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ - اور وہ وقت، جب یعقوبؑ کو موت آگئی -

(البقرة - ۱۶ ع)

یا حضرت مسیحؑ کے سلسلے میں یہود کی زبان سے -

⑧ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ - ہم نے ہلاک کر دیا ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو - (النساء - ۲۲ ع)

یا حضرت سلیمانؑ کے تذکرہ میں -

⑨ فَلَمَّا قَفَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ - جب ہم نے ان پر موت طاری کی، تو ان (جنّا) کو کسی نے (سلیمان) کی موت پر خبر نہ دی بجز ایک زمین کی کڑے کے - (سبا - ۲ ع)

یا اسی طرح حضرت یوسفؑ کے سلسلے میں، ایک مومن مصری مشرکوں سے کہتا ہے -

⑩ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ (الزُّنُور - ۵ ع)

اور اس کے قبل تمہارے پاس یوسفؑ دلائل لے کر آچکے، لیکن تم ان امور میں برابر شک ہی میں رہے - جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے،

یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی۔ تو....

خود حضور انورؐ سے متعلق واقعہ وفات، صراحت کے ساتھ کئی کئی طریقوں سے بیان ہوا ہے۔ کہیں بہ طور فرض و احتمال مثلاً

(۱۱) فَأَمَّا نَذُّهُبَنَّ بِكَ (الزخرف ۴) پھر خواہ ہم آپ کو اٹھالیں۔

یا ایک دوسرے لفظ کے ساتھ۔

(۱۲) أَوَلَمْ تَوَفِّيَنَّاكَ (المومن ۶) یا ہم آپ کو وفات دے دیں۔

(۱۳) أَوَلَمْ تَوَفِّيَنَّاكَ (الرعد ۶) (ایضاً)

یا یہی مضمون خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا ہے۔

(۱۴) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ (الملك ۲۷) آپؐ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مجھے

وَمَنْ مَعِيَ۔ (الملك، ۲۷) اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے۔

بلکہ کہیں تو اس ناگزیر واقعہ کو منکرین کے سامنے بہ طور حجت کے پیش کیا ہے اور

اُسے ایک عالمگیر بشری قانون، بلکہ حیاتیاتی کلیۃً بتایا ہے،

(۱۵) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ (الأنبياء ۳۷) اور ہم نے آپؐ سے قبل کسی بشر کو بھی ہمیشہ رہنے

الْخُلْدِ آفَاقِينَ مَتَّ فَهُمْ الْخُلْدُونَ والا نہیں بنایا تو کیا اگر آپؐ کی وفات ہو جائے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ تو یہ لوگ ہمیشہ ہمیش کو رہیں گے؟ موت کا

مزا ہر جاندار کو چکھنا ہے۔ (الانبياء - ۳۷)

طبعی موت اور قتل دونوں صورتیں آپؐ کے لئے فرض کر کے نو مسلموں سے خطاب

کیا ہے۔

(۱۶) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ (آل عمران ۱۵۷) اور محمدؐ کچھ اور نہیں بس رسول ہی ہیں۔ ان کے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَآثَنَ مَاتَ أَوْ پیشتر بھی (بہت سے) رسول گزر چکے ہیں۔ تو اگر

قَتَلَ انْقَلَبَتْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ (آل عمران ۱۵۷) یہ وفا پانگے یا قتل ہو گئے تو کیا تم الٹے پیروں واپس



ہو جاؤ گے؟

اس میں ضمناً پچھلے پیغمبروں کی بھی وفات کا ذکر آگیا۔  
ایک جگہ صاف حکم کی صورت میں آپؐ سے فرمایا ہے کہ جب تک وقت موعود نہ آجائے  
عبادت میں لگے رہیے۔

(۱۷) **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ**۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیے،  
(الحجر-۶۷) یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

اور ایک مقام پر تو صاف صاف آپؐ کو، اور سارے انسانوں کو موت کے نقطہ نظر  
سے ایک صف میں لاکھڑا کیا ہے۔

(۱۸) **إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ**۔ آپ کو بھی موت آنے والی ہے، اور ان (سب)  
(الزمر-۳۷) کو بھی موت آنے والی ہے۔

غرض یہ کہ موت، جو بشریت بلکہ مخلوقیت کا سب سے بڑا منظر ہے اس کے لحاظ سے  
قرآن مجید نے سارے انبیاء (بشمول سرور انبیاء) کو وضاحت کے ساتھ نوع انسانی کے ساتھ  
ایک ہی سطح پر رکھا ہے۔

## باب ۸

# علم اور انبیاء

قدرت کامل کی طرح علم کامل کی صفت بھی خاصہ خداوندی ہے۔ دوسرے مذہبوں کا عقیدہ اذنا روں یا الوہیت کے مظہروں سے متعلق جو کچھ بھی ہو، اسلام میں پیغمبر کا بھی علم ہر دوسرے بشر کی طرح محدود ہی ہوتا ہے۔ گو اس کا دائرہ عام بشری علم سے کہیں زیادہ وسیع ہو یہ پیغمبری دائرہ علم وسیع جتنا بھی ہو، بہر حال محدود ہی ہوگا۔ اور ایک عالم غیب یا مخیبات کا اس کے لئے بھی ہوگا۔ اسلام اس عقیدہ کے شائبہ کا بھی روادار نہیں، کہ رسول بھی کوئی حاضر و ناظر ہوتے ہیں یا کسی معنی میں بھی عالم کل ہستیاں ہیں۔

میدانِ حشر کے ایک منظر کے سلسلے میں ہے۔

① یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ۔ وہ دن بھی یاد کرو جب (سارے) رسولوں کو اللہ  
فَیَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِأَنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ۔ اکٹھا کرے گا، اور ان سے سوال کرے گا کہ تمہیں  
کیا کیا جواب (اپنی امتوں کی طرف سے) ملا۔ وہ  
عرض کریں گے۔ ہمیں کوئی علم نہیں، چھپی ہوئی باتوں  
(المائدہ - ۱۵ ع)  
کا بس تو ہی خوب جاننے والا ہے۔

یہ گویا جمیع انبیاء اور رسل کی زبان سے اقرار ہے کہ علم غیب ہمیں کہاں یہ تو بس آپ ہی کا خاصہ ہے۔ اسی ایک حقیقت کو مختلف موقعوں پر اور مختلف پیرایوں میں ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً کہیں یوں کہ

② مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ پیغمبر کا کام تو صرف (پیام کا) پہنچا دینا ہے (باقی)

وَاللّٰهُ يَخْلَعُ مَا تَبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ  
(المائدہ - ۱۳ ع)

تم جو ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

اور کہیں ان الفاظ میں۔

۳) فَقُلْ اِسْمَا الْغَيْبِ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوا  
اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ  
(یونس - ۳ ع)

آپ کہہ دیجیے کہ غیب کا علم تو بس اللہ ہی کو ہے۔  
سو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ  
انتظار کرنے والوں میں ہوں،

اور کہیں اس عبارت کے ساتھ۔

۴) لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ  
اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ  
وَتَوَْكَّلْ عَلَيْهِ - (زود - ۱۰ ع)

آسمانوں اور زمین کی جتنی بھی چھپی ہوئی چیزیں  
ہیں، وہ اللہ ہی کے علم میں ہیں۔ اور ہر شے اسی  
کی طرف رجوع ہونے والی ہے۔ بس آپ اسکی  
عبادت کرتے رہئے اور اسی پر توکل رکھیے۔

ان بالواسطہ طریقوں کے علاوہ براہ راست اور فرداً فرداً بھی نفی مختلف انبیاء سے  
علم کامل اور علم غیب کی ہے۔ چنانچہ نبی الاول العزم حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے کہ جب  
آپ کو ایک بندہ مقرب کے پاس بھیجا گیا، جنہیں بعض علوم خصوصی سے نوازا جا چکا تھا،  
مگر جن کی پیمری کے ذکر سے قرآن مجید خاموش ہے، تو آپ نے ان سے عرض کیا،  
۵) هَلْ اَتَّبَعَكَ عَلَىٰ اَنْ تُخَلِّسَنِي  
مِمَّا عَلَّمْتَ رُسُلًا - (الکہف - ۹ ع)

کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط  
کے ساتھ کہ آپ مجھے بھی اس علم شریف میں سے  
کچھ سکھادیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔

یہاں اس کی مراحت ہے کہ نبی الاول العزم بعض علوم سے محروم ہے اور ان کے سیکھنے  
کی وہ درخواست ایک غیر نبی سے کر رہا ہے۔ اس پر وہ بزرگ جو جواب دیتے ہیں۔ اس  
میں ایک پیمر کی بے خبری اور لاعلمی کو اور زیادہ کھول دیتے ہیں۔

⑥ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِط بِهِ خَبْرًا۔ (ایضاً)

وہ بولے آپ میرے ساتھ ضبط نہ کر سکیں گے اور آپ ان امور پر ضبط کر بھی کیسے سکتے ہیں جو آپ کے دائرہ علم سے خارج ہیں۔

حضرت موسیٰ عہد کرتے ہیں جو عجائب واقعات دیکھیں گے، ان پر کوئی سوال نہ کریں گے، لیکن اس کے باوجود بے اختیار ہو کر سوال کر ہی بیٹھتے ہیں اس پر وہ بزرگ ٹوکنے ہیں، اور عہد یاد دلاتے ہیں۔

⑦ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ (الکہف ع ۱۰)

کیا میں نے آپ سے کہہ نہیں دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ضبط نہ کر سکیں گے۔

آپ نسیان کو عذر میں پیش کرتے ہیں لیکن پھر ایک امر، پہلے سے بھی بڑھ کر اور آپ کے اپنے دائرہ علم سے بہت باہر، آپ کے مشاہدہ میں آتا ہے۔ اور آپ ٹوکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ پھر وہی ارشاد فرماتے ہیں۔

⑧ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ (ایضاً)

میں نے آپ سے کہہ دیا تھا نہ، کہ آپ میرے ساتھ ضبط نہ کر سکیں گے۔

آپ عرض کرتے ہیں کہ اچھا میں اب کی اگر پھر بولا، تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دیجئے گا لیکن اب کی پھر جو مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ بھی آپ کی حد صبر سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور آخر کار وہ بزرگ آپ کو اپنے سے جدا کر ہی کے ہتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

⑨ هَذَا إِفْرَاقٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ سَأُنَبِّئُكَ بِمَا وُئِلَ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۔ (الکہف ع ۱۰)

بس اب ہماری آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتائے دیتا ہوں۔ جن پہ آپ سے ضبط نہ ہو سکا۔

اس سائے قصہ میں بیانِ خدائی علم اور بشری علم کے فرق کا نہیں، بیان اس فرقِ عظیم کا ہے۔ جو ایک پیغمبرِ برحق کے علم، اور ایک دوسرے بزرگ کے علم کے درمیان

تھا!۔ علم محیط و کامل، یا علم الہی کا ذکر ہی کیا!

انہیں حضرت موسیٰ کے قصہ میں یہ بھی آتا ہے کہ جب آپ اپنے اہل خانہ سمیت مدین سے مصر کو چلے ہیں، تورات کو راستہ میں ایک جگہ آپ کو روشنی نظر آئی، جسے آپ آگ سمجھے۔ اس وقت آپ نے اپنے گھروالوں سے کہا۔

(۱۰) اِمْكُثُوا اِنِّي اَنْتُمْ نَارُ الْعَالَمِ  
اَتِيَكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ  
النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ۔  
تم (یہیں) ٹھہری رہو، میں نے ایک آگ دیکھی  
ہے۔ شاید کہ میں وہاں سے تمہارے لئے کچھ خبر  
لے آؤں یا آگ کا کوئی انگارا ہی لے آؤں، جس

(القصص - ۴۷) سے تم تپ سکو۔

لیکن جب وہاں پہنچے، تو آپ کو اپنے اندازہ کی شدید غلطی کا علم ہوا جس چیز کو جزم کے ساتھ آگ سمجھے ہوئے تھے۔ وہ نور الہی کی ایک تجلی نکلی۔ حواس کے ذریعہ سے دھوکا جس طرح ہر بشر کو ہو سکتا ہے پیمرؤں کو بھی ہوتا ہے۔

یہی حضرت موسیٰ جب ایک بار اپنی قوم کو اپنے بھائی حضرت ہارون کے سپرد کر کے حسب طلب کوہ طور پہ تشریف لے گئے ہیں اور آپ کی غیر حاضری میں قوم نے گو سالہ پرستی شروع کر دی۔ تو وہاں پر یہ منظر دیکھ کر آپ کو شدید غصہ آیا۔ اور آپ نے وہ غصہ حضرت ہارون پر اتارنا شروع کیا ہے، کہ حضرت ہارون اپنی صفائی یوں پیش کرتے ہیں۔

(۱۱) قَالَ ابْنَ اَمْرًا اِنَّ الْقَوْمَ  
اسْتَضَعُّوْنِي وَكَادُوا يَفْكُلُوْنِي  
فَلَا تَسْمِئْ بِى الْاَعْدَاءُ وَلَا تَجْعَلْنِى  
مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔ (الاعراف - ۱۸)  
بولے اے میرے ماں جلے۔ ان لوگوں نے  
مجھے بے حقیقت سمجھا، اور مجھے مار ڈالنے کو  
تھے۔ تو تم مجھ پر دشمنوں کو تو نہ ہنسواؤ، اور  
مجھے ظالم لوگوں میں تو نہ شمار کرو۔

لا علمی اور بے خبری کے باعث، حضرت موسیٰ بھی کس درجہ دھوکے میں پڑ گئے تھے!

حضرت عیسیٰ کے ذکر میں آتا ہے، کہ جب حشر میں آپ سے سوال ہوگا، کہ کیا تم اپنی امت کو مسیح پرستی اور مریم پرستی کی تعلیم دے آئے تھے، تو وہ جواب میں عرض کریں گے۔

(۱۲) سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ تِزِيْ ذَاتَ پَاكٍ هِے۔ میں کس طرح ایسی بات اَقُوْلُ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔

(المائدہ - ۱۶ ع)

کہہ سکتا ہوں جو میرے لئے (کسی طرح) درست نہ تھی، اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے ضرور ہی اس کا علم ہوتا، تو تو جانتا ہے اسے جو کچھ میرے دل میں ہے البتہ میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے علم میں ہے۔ غیبوں کا خوب جاننے والا تو بس تو ہی ہے۔

اس میں علم الہی کے کامل ہونے کے اثبات کے ساتھ اپنے علم کامل کی نفی بھی صاف ہے۔

حضرت نوحؑ بھی ایک پیغمبر جلیل القدر گزرے ہیں۔ آپ کے متعلق ہے کہ جب آپ نے اپنے دو بیٹے ہوئے (لیکن مشرک) فرزند کے پرخ جانے کی دعا کی ہے۔ تو ادھر سے جواب میں ارشاد ہوا۔

(۱۳) فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْ اَعْظَمُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ (ہود - ۴ ع)

ایسی چیز کو مجھ سے نہ مانگو۔ جو تمہارے دائرہ علم سے باہر ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔

حضرت نوحؑ کو اس جلالِ قدر کے باوجود اتنا بھی علم نہ تھا کہ خود ان کے فرزند مسلک توحید پر نہیں، راہ شرک پر ہیں۔ اور یہی ان کو جتنا دیا گیا۔

یہی حضرت نوحؑ جب اپنی قوم کو دعوت توحید دیتے ہیں، تو اپنے منصب پیغمبری کی تشریح میں صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

(۱۴) وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۤئِنٌ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے

اللہ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ - (ہود - ۳۷) (سائے) خزانے ہیں، اور نہ میں علم غیب ہی رکھتا ہوں۔

حضرت یعقوبؑ کی عظمت نبوت میں کس مسلمان کو شبہ ہو سکتا ہے جب آپؑ کے فرزندان کی جماعت فلسطین سے مصر کے سفر پر چلنے لگی۔ تو آپؑ نے انہیں ایک ہدایت یہ بھی کی تھی، کہ شہر میں سب ایک ہی پھاٹک سے داخل نہ ہونا۔ لیکن یہ تدبیر بھی انہیں ضرر سے درانہ بچا سکی۔ وہاں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱۵) مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا سَابَهُ فِي نَفْسٍ اس سے ان (لوگوں) پر سے خدا کا حکم تو کسی طرح بھی ٹل نہ سکا البتہ یعقوب کے دل میں ایک یعقوب قَضَاهَا۔ (یوسف - ۸۷) ارمان تھا۔ جسے انہوں نے پورا کر لیا۔

تدبیر کی یہ بے اثری ظاہر ہے کہ قدرت اور علم کی کمی ہی کا نتیجہ تھی۔ ایک نبی قدیم حضرت ہور کے ذکر میں آتا ہے، کہ جب آپؑ نے اپنی قوم کو عذاب آخرت سے ڈرایا تو وہ سرکش لوگ بوسے، کہ دھمکی کیا دیتے ہو، وہ عذاب لے آؤ نہ۔ اس پر آپؑ نے فرمایا۔

(۱۶) إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرَأَيْكُمْ قَوْمًا (پورا) علم تو بس اللہ ہی کہے۔ مجھ کو تو جو بیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔ بس وہی میں پہنچا دیتا ہوں۔ البتہ تمہیں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کی باتوں میں پڑے ہوئے ہو۔ (الاحقاف - ۳۷)

حضرت موسیٰؑ سے جب فرعون نے امتحاناً سوال کیا ہے کہ اچھا جو امتیں پہلے گزر چکی ہیں۔ وہ کس حال میں ہیں۔ تو آپؑ نے جواب میں علم الہی کا حوالہ دے کر گویا اپنی لاعلمی ظاہر کر دی۔

(۱۷) قَالَ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّیْ آپؑ نے کہا کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس

فِي كِتَابٍ - (طہ - ۲۷) ایک دفتر میں ہے۔

ایک نبی حضرت زکریا بھی ہوئے ہیں۔ جب آپ کو آپ ہی کی دعا پر، کبرئی میں فرزند کی بشارت دی گئی ہے، تو آپ نے فرط حیرت سے سوال کر دیا ہے۔

(۱۸) قَالَ رَبِّ اَنۡیْ یَّکُوۡنُ لِیْ غُلَامٌ عَرَضَ کِی، کہ اے میرے پروردگار، میرے  
وَ کَانَ تِ اُمۡرًاۤ اِنۡیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ اَوَلاد کیونکر ہوگی، جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور  
مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا۔ (مریم - ۷) میں ضعیفی کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔

اس حیرت کی بنیاد کیا تھی؟ وہی اپنے علم کا محدود و ناقص ہونا۔  
حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نبی ہی نہیں، ابوالانبیاء ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے  
مشترک والد کے حق میں دعائے مغفرت کر دی۔ اور اس کا آپ کو علم بھی نہ ہو پایا، کہ  
وہ تو موجد نہیں مشرک تھے۔ قرآن مجید نے اسے کھل کر بیان کر دیا ہے۔

(۱۹) وَمَا کَانَ اسْتَغْفَارُ اِبْرٰهٖمَ اَوِ اِبْرٰهٖمَ کی دلعائے مغفرت اپنے والد کے  
اَبِیۡہٗ اِلَّا عَنِ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَہَا حق میں، تو وہ وعدہ کی بنا پر تھی جو وہ اس سے  
اٰتٰہُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَہٗ اَنۡہٗ عَدُوٌّ کر چکے تھے۔ لیکن جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا  
لَہٗ نَبْرًاۤ اٰمَنُہٗ۔ (التوبہ - ۱۲۷) کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے، تو وہ اس سے محض  
بے تعلق ہو گئے۔

علم کامل ہونا تو اس کی نوبت ہی کیوں آتی۔  
انہیں حضرت خلیل اللہ کے پاس جب فرشتے، انسانی شکل میں آئے ہیں۔ اور  
آپ کو پیرانہ سالی میں تولد فرزند کی بشارت دی ہے تو آپ چونک سے پڑے ہیں۔ یہ  
اظہار تعجب، محض خلاف اسباب عادیہ ہونے کی بنا پر تھا۔ جو خود ایک کرشمہ علم کی کمی کا تھا۔  
(۲۰) قَالَ اَبَشَّرْتُ مُوۡسٰی عَلَیۡہٗ اَنۡ بُوۡلے بشارت تم مجھے اس حال میں دے رہے  
مَسِّنِی الْکُرۡفِیۡہِ تَبَشِّرُوۡنَ۔ قَالُوۡا ہو، کہ جب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تو اب بشارت



بَشِّرْكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِمَّنِ الْقَانِطِينَ - (الحجر - ۴۷) کاپے کی دے رہے ہو؟ وہ بولے کہ (نہیں) ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دے رہے ہیں۔ سو آپ مایوس نہ ہوں۔

آپؐ نے انہیں پہچانا تک نہیں، کہ یہ فرشتے ہیں۔ اور اسی لئے ان اجنبی نوواردوں سے آپؐ کو خوف بھی معلوم ہوا تھا۔

(۲۱) قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ۔ (ایضاً) آپؐ بولے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں، اسی حقیقت کا اعادہ ایک جگہ اور بھی ہے۔

(۲۲) اِذْ ذَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّسْكِرُونَ۔ جب وہ ابراہیمؑ کے پاس آئے تو انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کیا۔ یہ اجنبی لوگ ہیں۔ (الفاریات - ۲۷)

اور یہی فرشتے جب وہاں سے چل کر ایک دوسرے پیغمبر حضرت لوطؑ کے ہاں گئے ہیں۔ تو آپؐ بھی نہ پہچان سکے، کہ یہ فرشتے ہیں اجنبی انسان ہی سمجھے۔ (۲۳) قَالَ اِنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْكِرُونَ۔ آپؐ نے (ان نوواردوں سے) کہا کہ تم تو اجنبی لوگ ہو۔ (الحجر - ۵۷)

پیغمبروں کا علم اگر کامل ہوتا تو فرشتوں کی شناخت میں انہیں دھوکا کیوں ہوتا لگتا تھا۔

ان سارے پیغمبروں کے علاوہ، خود سید الانبیاءؑ کے علم کی محدودیت کو قرآن مجید نے اور زیادہ کھول کر، اور زیادہ نکار کے ساتھ بیان کیا ہے، مختلف زاویوں سے، اور زندگی کے متعدد شعبوں میں۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش اور پرورش کے واقعات بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے۔

(۲۳) ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُورِيْهِ ۖ يَهْدِيْكَ رَبُّكَ بِرُوحٍ مِنْ اَمْرِهٖ ۚ اِنَّكَ عِنْدَ عَيْنَيْهِ مُخَيَّرٌ ۚ اِنْ شِئْتَ ۚ اِلَيْكَ ۚ (ال عمران - ع ۵)

یہ قصّے غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جن کی ہم آپ پر وحی کرتے ہیں۔

غیب، علم، مقابل کی چیز ہے۔ یعنی وہ چیزیں جو آپ کے دائرہ علم و خبر سے باہر ہیں۔ اور ایسے ہی الفاظ ایک جگہ اور آئے ہیں، جہاں لاعلمی میں آپ کو آپ کی قوم کے ساتھ شریک و شامل کیا ہے۔

(۲۵) تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُورِيْهَا ۚ اِنَّكَ لَمَّا كُنْتُ نَعْلَمُهَا اَنْتَ وَّلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ (ہود - ع ۴)

یہ قصّہ بھی غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی ہم آپ کو وحی پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔

حضرت یوسفؑ کے قصّہ کی تصریحات کے سلسلہ میں ہے، کہ یہ ثواب آپ کو قرآن کے ذریعہ سے بتائے جا رہے ہیں۔ ورنہ آپ اب تک ان سے بے خبر تھے۔

(۲۶) وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِمْتَ ۚ (یوسف، ع ۱)

اور گو آپ اس سے قبل اس سے (محض) بے خبر تھے۔

اسی قصّہ کی تفصیلات سے متعلق ایک جگہ پھر اسی سورت میں آپ سے علم کی نفی کی ہے۔

(۲۷) ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُورِيْهِ ۚ اِنَّكَ لَمَّا كُنْتُ نَعْلَمُهَا اَنْتَ وَّلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ (یوسف، ع ۱۱)

یہ قصّہ بھی ان غیبی خبروں میں سے ہے جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

علم غیب کی نفی خود آپ کی زبان سے کرائی گئی ہے۔ اور آپ سے کہلایا گیا ہے۔

(۲۸) وَلَوْ كُنْتَ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْثَرْتَ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنٰى السَّوْءِ ۚ اِنَّا اِلَآ اَمْدٰیُ رَوْ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ۚ (الاعراف ۲۲)

اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو نفع خوب اکٹھے کر لیتا اور مضرت کوئی بھی مجھ کو واقع نہ ہوتی۔ میں تو بس ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں بشار دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

اور یہ نفی اسی ایک جگہ نہیں دوسری جگہ بھی اسی تصریح و وضاحت کے ساتھ ہے۔

(۲۹) قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنْ أَمْلَأُ الْكُفْرَ إِلَّا مَا يُؤْتِي الْحَيَاتُ - (الانعام - ۵۷)

آپ کہہ دیجئے میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے (سائے) خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جو میرے اوپر آتی ہے۔

پھر جس طرح عام بشری قانون ہے کہ بے علم انسان کو جو کچھ بھی علم ملتا ہے، وہ اللہ ہی کی تعلیم سے ملتا ہے۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اسی طرح پیغمبر کی بھی لاعلمی اور بے خبری کا علاج تعلیم الہی ہی سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

(۳۰) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ - اور اللہ ہی نے آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ کے علم میں نہ تھیں۔ (النار - ۷۷)

منافقین جو گروہ درگروہ مدینہ میں آباد تھے، اُن کے بائے میں ارشاد ہوا ہے کہ

(۳۱) لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ - آپ ان سے واقف نہیں، اُن سے ہم واقف ہیں۔ (التوبہ - ۱۳)

بار بار آپ سے سوالات آمد قیامت کے وقت سے متعلق کئے جاتے تھے۔ یعنی قیامت کب آئے گی۔ جواب میں ہمیشہ آپ سے براہ راست یا بالواسطہ یہی کہلایا گیا، کہ مجھے وقت کا کیا علم، اس کا علم تو عالم الغیب ہی کو ہے۔

(۳۲) يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسُهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا إِلَّا هُوَ - یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو بجز اللہ کے کوئی ظاہر نہ کر سکا۔ (الاعراف - ۲۳)

اسی سلسلہ میں گویا اسی سے متصل یہ بھی ہے۔

(۳۳) یَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عَلِمْتُهَا عِنْدَ اللَّهِ -  
یہ آپ سے اسی طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ  
اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا  
علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ (الاعراف - ۳۳۴)

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا ہے۔

(۳۴) یَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ  
مُرْسُهَا فَبِمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَى  
رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ  
مَنْ يَخْشَاهَا - (والنازعات)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے سوال کرتے ہیں کہ  
کب واقع ہوگی۔ اس کے بیان کرنے سے آپ  
کا کیا تعلق۔ یہ علم تو اللہ ہی پر منتہی ہوتا ہے  
اور آپ تو بس اُسے ڈرنے والے ہیں جو اُسے ڈرتا

ہو۔

آپ سے تو یہاں تک کہلا دیا گیا ہے کہ مجھے تو اس کا بھی علم نہیں، کہ تم سے جو کچھ  
وعدہ کیا جاتا ہے (عذاب کا قیامت کا)، تو آیا وہ قریب ہے یا دور ہے۔

(۳۵) وَإِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبَ أَمْ يُعِذُّ  
مَتَّوِّعْدُونَ ..... وَإِنْ أَدْرَىٰ  
لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ -  
اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا  
ہے وہ قریب ہے یا دور دلزلہ ..... اور میں  
نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو  
اور ایک وقت تک نفع پہنچانا ہو۔ (الانبیاء - ۷۷)

اور اسی سے ملتا ہوا مضمون ایک دوسری جگہ۔

(۳۶) قُلْ إِنْ أَدْرَىٰ أَقْرَبَ مَّا  
تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا  
عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ  
أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (الجن ۲۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے علم نہیں کہ جس چیز کا تم سے  
وعدہ کیا جاتا ہے، آیا وہ نزدیک ہے یا میرے  
پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز کر رکھی  
ہے۔ غیب کا جاننے والا (بس وہی ہے) سودہ

اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر ہاں اپنے  
کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔

اور ایک بار پھر اسی سوال وقت قیامت کے سلسلے میں۔

(۳۷) یَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ  
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا  
يُذَرِّيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا  
یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے  
ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے  
پاس ہے اور آپ کیا جانیں عجب نہیں کہ قیامت  
قریب ہی واقع ہو جائے۔ (الاحزاب - ۸۷)

(۳۸) وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا  
آپ کو تعلیم اس دعا کی مل رہی ہے کہ اے میرے پروردگار، میرا علم بڑھا۔  
آپ کہنے کہ اے میرے پروردگار، میرا  
علم بڑھا۔ (طہ - ۷۷)

ظاہر ہے کہ اگر آپ کا علم کامل و محیط ہوتا، تو علم میں اضافہ یا زیادہ کے معنی ہی کیا  
رہ جاتے۔

(۳۹) وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ  
الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ  
آپ کو تو اس تک کا علم نہ تھا کہ آپ کو نبوت و کتاب مل کر رہے گی۔  
آپ کو تو یہ توقع نہ تھی کہ (یہ) کتاب آپ پر نازل  
ہوگی، مگر آپ کے پروردگار کی رحمت سے  
(اس کا نزول ہو گیا) (القصص - ۷۷)

اور دوسری جگہ۔

(۴۰) لَا رَيْبَ لَكُمْ هُمُ فَلَعَرَفْتَهُمْ  
بِسْمِهِمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ  
آپ کو ان لوگوں کو دکھا دیتے، آپ ان کے چہروں  
سے ان کو ضرور پہچان لیں گے، ان کی لہجہ دار  
بات کے ڈھب سے بھی ان کو پہچان لیں گے۔ (محمد - ۲۷)

(۴۱) وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ  
تو آپ اس (کتاب) سے قبل نہ کوئی کتاب

کِتَابٌ وَلَا تَخْطُئْ بِیْمِینِكَ۔  
پڑھے ہوئے تھے اور نہ اُسے اپنے ہاتھ سے  
(العنکبوت - ۵۷) لکھ سکتے تھے۔

دوسرے تو دوسرے ہیں، خود آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اس تک کا علم آپ  
کو نہیں دیا گیا ہے۔ اور اس کو آپ کی زبان سے کہلایا بھی گیا ہے۔

(۲۲) قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاةِ الرُّسُلِ آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی اٹھارہ رسول تو ہوں نہیں  
وَمَا أَدْرِى مَا يُفَعَّلُ بِي وَلَا يَكْمُرُ نہ مجھے اس کی خبر، کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ  
(الاحقاف - ۱۷) کیا جا پیش آئے گا۔

منافق اس طرف سے غافل اور بے فکر تھے کہ اللہ ان کو بے نقاب کر کے رہے گا۔  
عالم الغیب کے بتا دینے سے تو رسول اللہ کو ان کی ایک جزئی تفصیل معلوم ہو سکتی تھی۔

(۲۳) أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ  
جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کی دلی عداوتوں  
وَلَوْ نَشَاءُ لَا دَرِيئًا لَهُمْ فَلَعَزَّ فَتَهُمْ کو (اسلام و رسول اسلام کے ساتھ) ظاہر نہ  
بِسَيِّئِهِمْ وَلَتَحَرَّ فِتْهُمْ فِي لَحْنِ کرے گا؟ حالانکہ اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا  
پورا پتہ بتا دیتے، تو آپ ان کو جلیے سے پہچان  
الْقَوْلِ۔ (محمد - ۲۷) لیتے۔ اور آپ ان کو ان کے طرز کلام سے ضرور  
پہچان لیں گے۔

ان چیزوں سے آپ بھی ہر بشر کی طرح لاعلم ہی تھے۔ جب ہی تو وحی الہی کو افشائے  
رازی دھمکی دینے کی ضرورت پڑی۔

آپ سے سب سے قریب رہنے والیاں، یعنی حضرت کی بیبیاں تک یہ بر خوبی  
جانتی تھیں کہ آپ کو علم بس حد بشر ہی تک ہے۔ اور علم الہی کی طرح کامل و محیط نہیں۔  
چنانچہ ایک بار آپ نے ایک بی بی صاحبہ پر ان کے ایک راز کو ظاہر کر دیا تو انہوں نے

حیرت سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو اس کی خبر کیسے ہو گئی۔

(۴۴) فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنُ أَنْبَأَكَ هَذَا - (التحریم - ۱۷) جب آپ نے انہیں اس واقعہ کی خبر دی، تو وہ بولیں کہ آپ کو کس نے یہ خبر دی؟

اور آپ نے جواب میں یہ ارشاد نہ فرمایا، کہ خبر کون دیتا، مجھے خود ہی علم رہتا ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ خدائے عالم الغیب نے مجھے خبر دے دی۔

(۴۵) قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيُّ الْخَبِيرُ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی خدائے علیم وخبیر نے۔ (الضَّأ)

اسی طرح اور ایک اور سبق آموز جزئی واقعہ آپ کی سیرت مبارک کا قرآن مجید میں درج ہے کہ آپ نے ایک نابینا صحابی کی طرف سے منہ پھیر لیا، جب وہ آپ سے ایک سوال کر رہے تھے۔ اور آپ اُس وقت قریش کے سرداروں کی تبلیغ دین میں مشغول تھے۔ اس پر خطاب الہی آپ سے یوں ہوا،

(۴۶) ..... وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّكَ تَوَكَّلْتَ عَلَىٰ الْكَافِرِينَ أَوْ يَدَّكَ تُرِيدُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَىٰ۔ آپ کو کیا خبر، کہ وہ سنو رہی جاتے یا نصیحت قبول کرتے، تو وہ نصیحت کرنا انہیں نفع پہنچاتا۔ (عبس)

علم اگر آپ کا کامل و محیط ہوتا، تو اس طریق خطاب کی نوبت ہی کیوں آتی۔

## باب ۹

# طبعی کیفیات والفعالات

حضرات انبیاء، اسلامی عقیدے میں، صرف معصیت سے محفوظ ہوتے ہیں۔ بشری خصوصیات اور بشر کے جو طبعی کیفیات ہوتے ہیں، ان سے وہ ماورائے نہیں، بلکہ ان میں وہ عام انسانوں کے شریک اور انہیں کے مثل و مماثل ہوتے ہیں۔ منکروں اور مشرکوں کے قبول حق کی راہ میں سب سے بڑے کہ انبیاء کی یہ بشری صفت مانع رہی ہے۔ فرعونوں نے طنز و تمحیر کے لہجے میں حضرت موسیٰ و حضرت ہارون سے متعلق۔

① فَقَالُوا أَأَنْتُمْ لِبَشَرٍ مِثْلَنَا  
کہا کہ کیا ہم ایمان ان دونوں پر لے آئیں جو  
وَقَوْمُهُمَا لَنَا عِبْدٌ ذُنَّ۔  
ہمارے ہی جیسے بشر ہیں اور ان کی قوم ہماری  
(المومن - ۳۷) رعایا ہے۔

اور ہمارے رسول کے خلاف بھی یہی اعتراض پیش ہوا۔  
② وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ  
(مشرکین کہ) بولے کہ یہ کیسے رسول ہیں جو  
يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَنْشِئُ فِي الْأَسْوَاقِ  
کھانا بھی کھاتے ہیں۔ اور بازار میں چلتے پھرتے  
كَوْلًا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ۔  
بھی ہیں۔ ان پر کوئی فرشتہ (مرئی صورت میں)  
(الفرقان - ۱۷) کیوں نہ نازل ہوا۔

جواب میں ان چیزوں کو بہ طور حقائق تسلیم کیا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ ہاں، کھانے پینے کے اعتبار سے ان میں اور تم سب میں کوئی فرق ہی نہیں۔



③ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ  
مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا  
تَشْرَبُونَ - (المونون - ۳۷)  
یہ رسول بس ایک، بشری تو ہیں تم جیسے جس  
(کھانے) سے تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتے ہیں  
اور جس (پانی) سے تم پیتے ہو، یہ بھی پیتے ہیں۔  
عام قاعدہ ارشاد فرمادیا گیا کہ ان کے جسم ایسے بنائے ہی نہیں گئے کہ انہیں  
کھانے کی ضرورت نہ ہو، اور نہ یہ غیر فانی ہیں۔

④ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا آلَا يَكُونُ  
الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ - (الانبیاء - ۱۷)  
نہ تم نے ان کے جسم ایسے بنائے کہ کھاتے  
(پیتے) نہ ہوں اور نہ یہ ہمیشہ زندہ رہنے  
والے ہیں۔

اور رسول عظم کی تشفی و تسکین کے لئے خصوصی طور پر ارشاد ہوا،  
⑤ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ  
إِلَّا أَنَّهُمْ لِيَاكُلُوا الطَّعَامَ وَيَشْرَبُونَ  
فِي الْأَسْوَاقِ - (الفرقان - ۲۷)  
اور ہم نے آپ سے قبل کوئی ایسے پیغمبر بھیجے  
ہی نہیں جو کھاتے (پیتے) نہ ہوں اور بازاروں  
میں چلتے پھرتے نہ ہوں۔

پیغمبر کھاتے پیتے رہتے ہی ہیں۔ البتہ اپنی اس کھلائی پلائی کو براہ راست وہ  
منسوب حق تعالیٰ ہی کی جانب کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔  
⑥ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي - (الشعراء - ۵۷)  
وہ اللہ ہی تو ہے جو مجھ کو کھلاتا ہے اور  
پلاتا ہے۔

پیغمبروں کو بھوک لگتی ہے، اپنی اس حاجت مندی کا اظہار اپنے پروردگار سے  
کرتے ہیں۔ اور محنت کا کام کر کے سایہ میں جا بیٹھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ قرآن  
مجید کا کوئی ایک لفظ بھی حشو و بلا ضرورت نہیں۔ کوئی خفیف جزئیہ بھی وہ بلا غرض  
و مقصد نہیں لایا ہے۔ حضرت موسیٰ کے قصہ میں ارشاد ہوا ہے۔

⑦ فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ  
آپ نے دونوں لڑکیوں کے لئے (کنویں سے)

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لَمَّا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ (القصص - ۳۷)  
 بھر کر پانی پلایا۔ پھر سایہ کی جگہ جا بیٹھے پیر  
 عرض کی کہ اے پروردگار جو نعمت بھی تو مجھے بھیج  
 دے میں اس کا حاجت مند ہوں۔

پیمبر دوسروں کی خدمت کے لئے ان کے ہاں ملازمت بھی کر سکتے ہیں۔ اور ان سے  
 اپنی خدمت کی اجرت یا تنخواہ طے کر سکتے ہیں۔ یہ سب تفصیل اسی قصہ موسوی کے  
 سلسلے میں اسی مقام پر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (سورۃ القصص - ۳۷)  
 پیمبر چلنے میں تھک بھی جاتے ہیں۔ جیسے ہر انسان لمبے سفر سے تھک جاتا ہے۔  
 عظمت پیمبری اس سے مانع ہرگز نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک لمبے سفر کے بعد  
 اپنے خادم سے کہتے ہیں۔

⑧ اِتِّنَا غَدَاًءَ نَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا الضُّبَابَ۔ (الکہف - ۹۷)  
 اب ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہم نے اس سفر سے بڑا  
 تعب اٹھایا۔

نسیان بھی دُنیوی معاملات میں پیمبر کے لئے بالکل جائز ہے۔ اسی لمبے سفر میں  
 پچھلی کو اپنے خادم کی طرح خود حضرت موسیٰ بھی فراموش کر گئے تھے۔

⑨ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا۔ (الصفّٰ - ۱۷)  
 جب دو دریاؤں کے سنگم پر دونوں پہنچے تو  
 دونوں (یعنی موسیٰ اور ان کے خادم) اپنی اس  
 مچھلی کو بھول گئے۔

حضرت موسیٰ ہی کے قصے میں یہ بھی ہے، کہ آپ اللہ کے ایک خاص بندے سے  
 وعدہ کر چکے تھے، کہ ان کے کسی عمل پر سوال نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے فعل  
 منکر پر آپ سے نہ رہا گیا۔

اور آپ سوال کر ہی بیٹھے۔ اور اس وعدہ خلافی پر ان بزرگ نے جب ٹوکا ہے۔  
 تو آپ معذرت میں بس یہی کہہ سکے، بھول چوک کو معاف کیجئے۔

⑩ قَالَ لَا تَأْخُذْ فِيْهَا بُرْهَانُ - (الکہف - ۱۰ ع) کیجئے۔  
 بولے کہ میری بھول پر آپ میری گرفت نہ

اور نسیان، محض دنیوی ہی نہیں، دینی معاملات تک میں پیغمبر سے واقع ہو جانا ممکن ہے۔ یہ اور بات ہے کہ حق تعالیٰ اس کا تدارک بھی ہمیشہ بروقت کر دیتے ہیں۔ آیات قرآنی کے سلسلے میں ارشاد ہوا ہے۔

⑪ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا۔ (البقرة - ۱۳ ع) ہم جس آیت (کے حکم) کو موقوف کر دیتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں (پیغمبر کے ذہن سے) تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔

پیغمبر بیماریوں سے محفوظ و مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ بیمار بھی پڑ سکتے ہیں اور پڑتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔

⑫ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں، تو وہی (اللہ) مجھ کو شفا دیتا ہے۔ (الشعر - ۵ ع)

حضرت ہی کی زبان سے ایک جگہ اور بھی بیماری کا مضمون ادا ہوا ہے۔

⑬ قَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ۔ (الصَّفَّتْ ۶) آپ بولے کہ میں بیمار ہوں۔

طبعی حالات میں دوسرے انسانوں کی طرح پیغمبر بھی رنجور و مضطرب اپنے کو پاتے ہیں۔ حضرت یونس کے حال میں آتا ہے۔

⑭ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ۔ ہم نے انہیں ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اس حال میں کہ وہ رنجور تھے۔ (الصَّفَّتْ - ۵ ع)

بیماری سے اذیت بھی پیغمبر محسوس کرتے ہیں، اور اس تکلیف سے نجات کی دعا بھی کرتے ہیں۔ حضرت ایوب کے حالات میں آتا ہے۔

⑮ وَ اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ اِنِّىْ اور ایوب کا ذکر کیجئے، جب انہوں نے اپنے

مَسْنَى النَّصْرُ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ۔ پروردگار کو پکارا کہ اے پروردگار تجھ کو دیکھ پہنچ رہا ہے۔ اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (الانبیاء - ۶۷)

ہے۔  
دعا قبول ہوئی اور ان کی تکلیف دور کر دی گئی۔

(۱۶) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَلَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ صَخَرٍ (اَيْضًا) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور انہیں جو دیکھ پہنچ رہا تھا۔ اس سے انہیں نجات دی۔

حضرت یونسؑ ایک سخت جسمانی اذیت میں مبتلا تھے، اس سے آپؑ نے نجات کی دعا الحاح دزاری سے کی، اور آپؑ کو نجات دی گئی۔

(۱۷) فَتَنَّا دَاوُدَ فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا يَلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْعَجْدِ۔ (اَيْضًا) (یونس نے) ہم کو (مچھلی کے پیٹ کے) اندھیروں سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں، تو (ہر طرح) پاک ہے۔ بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور انہیں گھٹن سے نجات دی۔

پیغمبر بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان سے نجات پانے کی دعا بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہی انہیں آخر ایسے غم و کرب سے نجات دلاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت لوطؑ کے قصے کے آخر میں ہے۔

(۱۸) وَتُوحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهُ مِنَ الْكَوْبِ الْعَظِيْمِ۔ (الانبیاء - ۶۷) اور نوحؑ کا ذکر کیجئے جبکہ اس کے قبل انہوں نے پکارا تھا، اور ہم نے ان کی دعا قبول کر لی تو ہم نے ان کو اور ان کے والوں کو بڑے بھاری کڑے سے نجات دی۔

حضرت نوحؑ ہی اور ان کے والوں کے لئے یہ لفظ کرب عظیم اور اس سے نجات پانے

کا ذکر ایک جگہ اور بھی ہے۔ سورۃ الصُّفَّت - ع ۳  
اور ٹھیک یہی الفاظ حضرت موسیٰ و ہارونؑ کے سلسلے میں آئے ہیں کہ وہ بھی اذیت  
عظیم ہی میں مبتلا تھے۔

(۱۹) وَتَجْنِيْنَهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ  
الْكُوبِ الْعَظِيْمِ - (الصُّفَّت - ع ۴) بھاری کرب سے نجات دے گی۔  
اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے

پیمبروں کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔ انہیں سخت امتحانوں سے گزرنا ہوتا  
ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ذبح فرزند تک کا حکم اشارۃ ملا تھا۔ اس پر ارشاد ہوا ہے۔  
(۲۰) اِنَّ هَذَا لَهُوَ اَبْلَاؤُ الْمُبِيْنِ۔ بے شک یہ بڑا سخت امتحان تھا۔  
(الصُّفَّت - ع ۳)

حضرت موسیٰؑ کی زبان میں کوئی گرہ تھی، جس سے آپؑ تقریر و وضاحت اور روانگی کے  
ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ آپؑ نے دعا اس نقص سے نجات پانے کی کی۔ اور فرائض رسالت  
میں آسانی پیدا ہونے کی کہ ہے۔

(۲۱) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ  
وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاَحْلِلْ عُقْدَةً مِّنْ  
لِّسَانِيْ۔ (طہ - ع ۲) عرض کی اے میرے پروردگار مجھے شرح صد  
عطا کر اور میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان  
کی گرہ کھول دے۔

اور آپؑ کا اپنی ان طبعی کوتاہیوں کو پیش کرنے کا ذکر دوسری جگہ بھی قرآن مجید  
میں ہے۔

(۲۲) وَيُضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ  
لِسَانِيْ۔ (الشُّعَرَاء - ع ۲) اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان  
نہیں چل پاتی۔

ضمناً اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ اس قسم کی طبعی کوتاہیاں یا مریضانہ کیفیات  
کوئی بھی منصب رسالت میں حامل نہیں ہو سکتیں۔

دوسرے "انوں کی طرح، پیمبروں پر بھی جانوروں تک کا قابو چل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک پیمبرِ برحق حضرت یونسؑ کو ایک بہت بڑی مچھلی اپنے پیٹ میں نگل گئی۔

(۲۳) قَالَتْقَمَّهُ الْخُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے کو مالت (الضقت - ع ۵) کر رہے تھے۔

اور جب قابو جانوروں تک کا ان پر چل سکتا ہے تو دوسرے انسانوں کا تو ہر تصرف ظاہر ہے کہ ان کہ ان پر بہ درجہ اولیٰ چل ہی سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ کو بھی کشتی والوں نے مجرم قرار دے کر اور انہیں بے بس پا کر دریا میں پھینک دیا۔

(۲۴) وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُسْلِمِينَ یونس بے شک پیمبروں میں سے تھے۔ جبکہ وہ إِذَا ابْتَىٰ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ فَسَاهُمْ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے۔ پھر یہ فَكَانَ مِنَ الْمُدْضِيِّينَ۔ (ایضاً) شریکِ قرعہ ہوئے اور یہی ملزم ٹھہرے۔

پیمبروں کو سختیاں بڑی بڑی اٹھانا پڑتی ہیں۔ منکروں کی طرف سے اُن پر ظرِ حراج کی زیادتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور انہیں اپنے صبر و تحمل کا پورا امتحان دینا ہوتا ہے۔ انبیاء سابقین نے منکروں سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

(۲۵) وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا أَذَيْتُمُونَا۔ اور تم نے ہم کو جواذیتیں پہنچائی ہیں، ان پر ہم (ابراہیم - ع ۲۶) صبر ہی سے کام لیں گے۔

پچھلی لغزشیں اگر کچھ ہوں، تو منصبِ نبوت پر سرفرازی سے مانع اور اس میں حاصل نہیں ہوتیں۔ حضرت موسیٰؑ کو آپؐ کی تبلیغ کے جواب میں جب فرعونیوں نے خونِ ناحق کر ڈالنے کا طعنہ دیا ہے۔ تو آپؐ نے جواب میں فرمایا،

(۲۶) فَحَلَّتْهَا إِذَا أَنَا مِنَ الصَّالِّينَ میں اس وقت یہ حرکت کر بیٹھا، جب میں غلطی فَفَرَزْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ کرنے والوں میں تھا۔ تو جب مجھے تم سے خوف

لِي رَبِّي حَكَمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ آیا، تو میں تمہارے ہاں سے مفروز ہو گیا۔ پھر مجھے (الشعراء - ۲۷)  
 کو میرے پروردگار نے حکمت عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں شامل کر دیا۔

پیغمبروں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ چپکے سے نکل جائیں اور دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ دشمن ان کا پیچھا کرنے پر پوری طرح قادر رہتے ہیں۔  
 (۲۷) وَ اَوْحَيْنَا اِلَى مُوسٰى اَنْ اَسْرِ هَم نے موسیٰ پر وحی کی، کہ میرے بندوں کو لے  
 بِعِبَادِيَ اِنْ كُنْهُمْ مُّقْتَبِعُونَ۔ کر راتی رات نکل جاؤ۔ بے شک تمہارا پیچھا (الشعراء - ۲۸)  
 بھی کیا جائے گا۔

پیغمبروں پر رسوا کن، توہین انگیز الزام لگ سکتے ہیں۔ جن سے انہیں طبعاً تکلیف ہوتی ہے۔ تفصیل میں گئے ہوئے بغیر، حضرت موسیٰ کے ذکر میں ہے۔  
 (۲۸) لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ اِذْوَا مُوسٰى ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذت  
 قَبْرًا اَاَ اللّٰهُ مَهْمًا قَالُوا۔ دی۔ پھر انہوں نے جو کچھ کہا تھا اللہ نے اس سے  
 موسیٰ کی صفائی پیش کر دی۔ (الاحزاب - ۹۷)

پیغمبروں کو بعض دفعہ مخالفین کے مقابلے میں اس درجہ عاجز و درماندہ ہو جانا پڑتا ہے کہ بالآخر اللہ ہی سے فریاد اور طلب نصرت کرنا پڑتی ہے۔ حضرت نوحؑ نے آخر عاجز آکر دعا کی۔

(۲۹) اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَاَنْتَصِرْ۔ میں درماندہ ہوں، سو تو ہی انتقام لے۔ (النمر - ۱۷)

پیغمبر کے لئے علمی استعداد اور علوم و فنون میں قابلیت بالکل ہی ضروری نہیں۔ ہمارے رسول مقبول کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

(۳۰) مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ اَنْتَ (آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے

کِتَابٌ وَلَا تَخْطُهُ بِبَيِّنِكَ۔ ہوتے تھے، اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ (العنکبوت - ۵۷)

پیمبر حسن نسوانی سے متاثر ہو سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک بشری تاثر ہے اور یہ طبعی تاثر ذرا بھی قاذرِ مرتبہ نبوت نہیں۔ رسول اعظمؐ تک کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے،  
 (۳۱) لَا يَحِلُّ لَكَ الْبَسَاءُ مِنْ بَعْدُ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے جائز نہیں  
 وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ان بیبیوں کی جگہ  
 وَلَوْ أَغْجَبَكَ حَسَنَهُنَّ دوسری بیبیاں کر لیں، اگرچہ آپ کو ان کا حسن  
 (الاحزاب - ۶۷) بھلا معلوم ہو۔

منکروں کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھ کر رسولؐ کا قلب شدیداً ذمیت قبول کرتا ہے۔  
 آپ کو ایسے موقع پر صبر و سکون کی تلقین ہوئی۔ اور بار بار ہوئی۔ کہیں یوں ارشاد ہوا۔  
 (۳۲) فَلَعَلَّكَ بَايِعْتَ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ توشاں آپ ان کے پیچھے۔ اگر یہ لوگ اس مضمون  
 إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ آسَفَا۔ پر ایمان نہ لاتے۔ غم سے اپنی جان ہی ہلاک  
 (الکہف - ۱۷) کر دیں گے۔

اور کہیں اس سے ملنا ہوا یوں کہ  
 (۳۳) فَلَعَلَّكَ بَايَعْتَ نَفْسَكَ الْآيِكُونُوا تُو آپ شاید اس پر، کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے  
 مُؤْمِنِينَ۔ (الشعر - ۱۷) اپنی جان ہی ہلاک کر دیں گے۔

اور کہیں تبدیل عبارت کے ساتھ یوں کہ  
 (۳۴) فَلَا تَنْ هَبْ نَفْسَكَ عَلَيْهِمْ تُو ان پر تاسف کر کر کے کہیں آپ کی جان ہی  
 حَسَرَاتٍ۔ (الفاطر - ۲۷) نہ جاتی رہے۔

حُزن کی ممانعت کہیں صاف صاف بھی ہوتی ہے۔  
 (۳۵) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ آپ ان پر غم نہ کیجئے۔ اور جو کچھ شرارتیں یہ کر رہے



فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ - (النمل - ۶۷) ہیں۔ اس سے تنگ نہ ہو جائے۔

صبر کی تاکید اس سلسلے میں بار بار آپ کو ہوتی ہے۔ کہیں صرف یوں۔

(۳۹) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ - جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، اس پر صبر سے کام لیجئے۔

(طہ - ۶۷)

اور کہیں ان الفاظ میں۔

(۳۷) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ

جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی

هَجْرًا جَبِيلًا - (الزلزلہ، ۱۷)

سے ان سے الگ ہو جائیے۔

اور کہیں انداز بیان یہ ہے کہ اللہ کے وعدے بہر حال پورے ہو کر ہی رہیں گے، آپ صبر سے کام لیتے رہئے۔

(۳۸) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ - آپ صبر سے کام لیتے رہئے، بے شک اللہ کا

وعدہ برحق ہے۔

(المومن - ۸۷)

(۳۹) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ

آپ صبر سے کام لیتے رہئے، بیشک اللہ کا وعدہ

لَا يَسْتَحْضِنُكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ - برحق ہے اور یہ بے یقین لوگ آپ کو بے برداشت

نہ کرنے پائیں۔

(الروم - ۶۷)

معاندین منکرین کے دلائل و دویہ سے آپ کے قلب کو اذیت پہنچنا، امر طبعی تھا، صبر کی فہمائش آپ کو اس موقع پر بھی ہوتی ہے۔

(۴۰) فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ - یہ لوگ جو کچھ کہتے رہتے ہیں، آپ اس پر صبر

کرتے رہئے۔

(ق - ۳۷)

مخالفین و معاندین ہی نہیں، مطیعوں، رفیقوں کی بھی بے تمیزیوں سے اذیت محسوس ہونا، ہر بشر کی طرح، آپ کے لئے بھی امر طبعی تھا۔ قرآن مجید میں اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ مثلاً

﴿۴۱﴾ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ (الاحزاب - ع ۷) تمہارے لئے (بیکسی طرح) درست نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو دکھ پہنچاؤ۔

حجاب و لحاظ یا مروت، ہر شریف معاشرہ میں ایک امر طبعی ہے، اور آپ بھی اس کے حصہ دار تھے بعض مجلسی بد لحاظیاں طبع مبارک پر گراں گزرتی تھیں، لیکن مروت سے آپ زبان پر نہیں لاتے تھے۔

﴿۴۲﴾ إِنْ ذُلُّكُمْ كَانَ يُوْذَى النَّبِيُّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ (الصفہ) اس بات سے (کہ تم نبی کے ہاں کھانے کے بعد بھی برابر بیٹھ رہتے ہو) نبی کو ناگواری ہوتی ہے۔ لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔

منکروں کی فلاح دنیوی کو دیکھ کر مومنین صادقین کا حیرت میں پڑ جانا قدرتی تھا۔ رسول کا قلب بھی بہر حال بشری قلب ہوتا ہے۔ فحاش و ہدایت کی ضرورت اس باب میں رسول صلیک کے لئے ہوئی۔

﴿۴۳﴾ وَلَا تَمْدَنْ عَيْنُكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفِثَ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى (طہ - ع ۸) اور آپ ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی وہ (سازد سامان) نہ دیکھئے جس سے ہم نے (منکروں کے) مختلف گرد و ہوں کو بہرہ ور کر رکھا ہے اُن کی آزارش کے لئے وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے پروردگار کا عطیہ بد بہتر ہے اور پائدار۔

پاس قرابت و عزیز داری کے تعلقات کے لحاظ رکھنے کی توقع فطرت بشری میں داخل ہے اور پیمبر کی فطرت اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتی۔ آپ کو حکم ملتا ہے کہ

﴿۴۴﴾ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى (الشوری - ع ۳) آپ (ان منکروں سے) کہہ دیجئے کہ اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کچھ بھی معاوضہ نہیں چاہتا، ہاں رشتہ داری کی محبت (کی توقع رکھتا ہوں)۔

پیغمبروں کی خانگی، ازدواجی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسی دوسرے انسان کی ہوتی ہے۔ ہمارے حضورؐ نے اپنی ایک بی بی صاحبہ سے کوئی بات بہ طور راز کے فرمائی۔ انہوں نے کسی دوسری پر ظاہر کر دی۔ آپؐ کو وحی الہی سے اس کا علم ہو گیا۔ آپؐ نے اس کے ایک ٹکڑے کا ان بی بی صاحبہ سے ذکر فرمایا۔ اس پر انہیں حیرت ہوئی، کہ آپؐ غیب داں تو ہیں نہیں، پھر یہ خبر آپؐ کو ہوئی تو کیسے۔ آپؐ نے جواب میں یہ کہہ کر ان کی تسکین کر دی، کہ مجھے اس سے مطلع اللہ تعالیٰ نے کیا۔

(۴۵) وَإِذْ أَسْرَأَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَ أَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَاعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَ هَآبَهُ قَالَتْ مَنِ انْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْحَخِيرُ (التحریم - ۱ ع)

اور جب پیغمبر نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات بطور سرگوشی فرمائی۔ پھر جب ان بی بی نے وہ بات کسی اور کو بتلا دی۔ اور پیغمبر کو اللہ نے اس کی خبر کر دی۔ تو پیغمبر نے کچھ بات تو جتلا دی اور کچھ ٹال دی۔ سوجب پیغمبر نے ان بی بی کو وہ بات جتلائی تو وہ بولیں کہ آپؐ کو اس کی خبر کس نے کی؟ آپؐ فرمایا کہ مجھے خبری خدا نے علیم و خیر نے۔

اور جب یہ صورت سید المرسلینؐ و سرور انبیاءؐ کے ساتھ پیش آگئی، تو دوسرے پیغمبروں کی خانگی و ازدواجی زندگیوں میں تو اس کے امکانات کہیں زائد ہی رہے ہیں۔ ہنسی جس طرح ہر بشر کو آتی ہے، پیغمبر کو آسکتی اور آتی ہے۔ ہنسی و قار نبوت کے منافی نہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں آتا ہے۔

(۴۶) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا۔ آپؐ ان کی اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔ (النمل - ۲ ع)

ذکر محض تبسم کا نہیں، صراحت ”ضحک“ کی بھی ہے۔

پیغمبر کی زندگی، یہ نہیں ہوتا کہ شرع سے آخر تک پھولوں کی سیج پر بسر ہوتی ہو۔

قبل نبوت بھی طرح طرح کی شدید منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ سرورِ انبیاء کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

(۴۷) اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى  
وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ  
عَاثِلًا فَاَغْنٰى۔ (الضحیٰ)

کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا  
دیا۔ اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا۔ پھر راستہ  
بتایا۔ اور اللہ نے آپ کو نادار پایا پھر (آپ کو)  
مالدار کیا۔

سرورِ انبیاءؐ ہی کو مخاطب کر کے یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ کیسے شدید و ثقیل بار سے آپؐ  
گرا نبار ہو رہے تھے، کہ افضالِ الہی نے اس سے بھی آپؐ کو سبکدوش کیا۔

(۴۸) وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ  
اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ (الانشراح)

اور ہم نے آپؐ سے آپؐ کا وہ بوجھ اتار دیا،  
جس نے آپؐ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

---

## باب ۱۰

### ازواج، اولاد و طلب اولاد

انبیاء علیہم السلام عموماً مجرد اور لاولد نہیں گزرے ہیں۔ یہ نہیں ہوا ہے کہ اہل عیال و خاندان کے حجب سے اکثر و بالعموم آزاد رہے ہوں عام قاعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ بیان ہوا ہے کہ۔

① وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ  
وَجَعَلْنَا لَهُمُ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً۔  
اور بالیقین ہم نے آپ سے قبل رسول بھیجے  
ہیں اور ان کے لئے بیبیاں بھی رکھیں اور اولاد  
بھی۔ (الرعد - ع ۶)

اور ہمارے حضور کی تو ایک نہیں، متعدد ازواج مبارک تھیں۔ اور ان کا ذکر صیغہ جمع میں بار بار آیا ہے۔ کہیں لفظ 'ازواج' سے کہیں لفظ 'نساء' سے۔  
② يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ  
اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے۔ (الاحزاب - ع ۴)

③ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحَلَّلْنَا لَكَ  
أَزْوَاجَكَ۔ (الاحزاب - ع ۵)  
اے پیغمبر، ہم نے آپ پر جائز کر دی ہیں۔  
آپ کی بیبیاں۔  
④ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ  
مِّنَ النِّسَاءِ۔ (الاحزاب - ع ۴)  
اے پیغمبر کی بیبیو، تم دوسری عورتوں کی طرح  
نہیں ہو۔

⑤ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنْكُنَّ  
بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ۔ (الاحزاب - ع ۴)  
اے پیغمبر کی بیبیو، تم میں سے جو کوئی کھلی  
ہوئی بے حیائی کا مرتکب ہوگا۔ الخ

ان سب آیتوں سے رسول اللہ کی بیبیوں کا تعدد یا کئی کتنی ہونا بہر حال ثابت ہو گیا۔ اور حضور کا صاحبِ اولاد ہونا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلے تو بالواسطہ اور ایک سببی طریقہ پر، وہ یوں کہ جب عرب جاہلی نے اپنے مذاق کے مطابق آپ کو طعنہ دلا اور کہا دیا، تو جواب میں الٹ کر انہیں طعنہ زنوں کے حق میں، حضور کو بخاطر کر کے ارشاد ہوا کہ (آپ تو نہیں، ہاں)

﴿۶﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَوٰ - آپ کا دشمن ہی بے نشان رہ جانے والا ہے۔ (الکوثر)

اور ایک دوسری آیت روشنی پر ڈالتی ہے کہ زندہ رہنے والی آپ کی اولاد ذکر نہیں، اولاد اناث ہوگی، صاحبزادے نہیں، صاحبزادیاں ہوں گی۔ ارشاد ہوا ہے کہ ﴿۷﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ (الاحزاب - ع ۵) نہیں۔

یعنی آپ والد ماجد عورتوں یا صاحبزادیوں کے ہیں۔ پھر ایک آیت میں ذکر صاحبزادیوں کا بہ صیغہ جمع آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ صاحبزادیاں ایک نہیں، کم سے کم تین تھیں (کہ عربی میں صیغہ جمع کا اطلاق کم سے کم تین کے عدد پر ہوتا ہے) ﴿۸﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِئْتَاكِ - (الاحزاب - ع ۸) سے کہہ دیجئے۔

ایک اور آیت سے یہ حقیقت بھی سامنے آ جاتی ہے کہ حضور کے اہل و عیال کا ایک مستقل خاندان تھا۔ جس میں عورتیں اور لڑکے متعدد تھے۔

﴿۹﴾ قُلْ لِّعَالُوْا اِنَّدُعُ اَبْنَآءَ مَنَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَ كُمْ۔ آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اچھا آؤ ہم بلائیں اپنے لڑکوں کو اور تمہارے لڑکوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ (آل عمران - ع ۶)

لفظ 'انبار' یہاں جس سیاق میں آیا ہے۔ اس سے مراد صلیبی بیٹے نہیں بلکہ رشتہ نامہ کے لڑکے (نواسے وغیرہ) ہیں، جن پر مجازاً اپنی ہی اولاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ غرض ایک مستقل خاندان تھا۔ جس پر اطلاق اہل البیت کا ہوتا ہے گو اصلاً اس سے مراد ازواج مبارک ہی ہیں۔

(۱۰) اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ، - اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو، تم سے آلودگی کو (بالکل) دور رکھے۔

(الاحزاب، ۴۷)

یہ نیک اور پاک بیبیاں اگرچہ بشریت کے تقاضوں سے بری اور مستثنانہ تھیں۔ اور احتمالات و مکانات جو سب کے لئے ہوتے ہیں ان کے لئے بھی تھے۔ چنانچہ ان کو چٹا کر کے عید سادی گئی تھی۔

(۱۱) مِّنْ يَّاتٍ مِّنْكَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ - تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی اس کو سزا بھی دو گنی دی جائے گی۔ اور یہ اللہ صَعَفَيْنِ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا - کے لئے (بالکل) آسان ہے۔

(الاحزاب - ۴۷)

لیکن ان کا مرتبہ بشرط تقویٰ کے ساتھ، دنیا جہاں کی عورتوں سے بالاتر تھا۔

(۱۲) لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ السَّاعِيْنَ - تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اَتَقِيْنَ - (الاحزاب - ۴۷) پر قائم رہو۔

اور ان کو ہدایتیں ایسی ملیں جو ان کی سطح اخلاقی کو بلند کرنے والی اور ایک پیمر کے گہرا۔ نہ آشیانہ شان تھیں۔ اور ان کے لئے زندگی کا جو نقشہ نیا رہا، وہ تمام طہارت و پاکیزگی کا تھا۔

(۱۳) فَلَا تَخْضَعْنَ لِقَوْلٍ فِيْ طَمَعٍ - تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو، جس سے ایسے

(۱۳) الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ  
 قَوْلًا مَعْرُوفًا - وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ  
 وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى  
 وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ  
 وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ  
 لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ  
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا - (الاحزاب - ع)

شخص کو (بڑا) خیال ہونے لگتا ہے، جس کے  
 قلب میں خرابی ہے۔ اور بات قاعدہ کے موافق  
 کہو۔ اور اپنے گھروں کے اندر قرار سے رہو اور  
 زمانہ جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی نہ  
 پھرو۔ اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو۔  
 اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اللہ  
 تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے (پیغمبر کے) گھر والو  
 تم سے آلودگی کو دور رکھنے اور تم کو خوب ہی پاک  
 صاف کرے۔

ان بیوی صاحبان کا امتحان بھی ان کے مرتبہ کے لائق اور دنیا کے عام معیار سے سخت  
 لیگایا۔ اور انہیں اختیار دیا گیا کہ یا تو دنیوی خوشحالی کی زندگی کا انتخاب کریں، اور یا رسول کی  
 صحبت و زوجیت کو۔

(۱۴) إِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا  
 وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ  
 سَرَاحًا جَلِيلًا - (الضَّحَا)

اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو  
 آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور خوش اسلوبی  
 کے ساتھ رخصت کر دوں۔

اور چونکہ ان میں سے کسی نے بھی پہلی شق کو اختیار کر کے رسول کی زوجیت کو نہ چھوڑا  
 نتیجہ خود بخود بدینکل آیا کہ وہ تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کے اعلیٰ معیار پر قائم رہیں۔

ان سب آیتوں سے ثبوت حضور کی متعدد ازواج اور خاندان کے وجود کا ملا۔ اور  
 ایسا ہی ثبوت ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل کی ازدواجی زندگی کا ملتا ہے۔ آپ کی ایک  
 بیوی صاحبہ تو بہر حال تھیں جو پیرانہ سالی کی حد تک پہنچ چکی تھیں اور اب تک اولاد کی نعمت  
 سے محروم تھیں۔ چنانچہ جب فرشتوں نے آکر اس کی خوشخبری سنائی ہے تو انہوں نے اس



کو کمال حیرت سے سنا۔

(۱۵) فَأَقْبَلَتْ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ  
فَصَلَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ  
عَقِيمٌ۔ (النارِیات - ۲۷)

اننے میں آپ کی بیوی بولتی پکارتی ہوئی آگئیں  
اور اپنے ماتھے پر (انہوں نے) ہاتھ مارا، اور  
بولیں (میں) بوڑھی بانجھ!

اور ایک دوسری جگہ یہ مضمون اور تفصیل و تفسیر کے ساتھ آیا ہے۔

(۱۶) وَامْرَأَتُهُ قَانِمَةٌ فَضَحِكَتْ  
فَبَشَّرْنَاهَا بِاسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاءِ اُسْحٰقَ  
يَعْقُوبَ۔ قَالَتْ يَوْنٰیكٰی ؕ اِلٰهَ الْاَدْنٰی  
عَجُوزٌ وَهٰذَا بَعْلٰی شَيْخَا ؕ اِنَّ هٰذَا  
لَشَيْءٌ عَجِیْبٌ ؕ قَالُوْا اَلتَّعَجِبٰیْنَ مِنْ  
اَمْرِ اللّٰهِ۔ (ہود - ۷۷)

اور (وہیں) ابراہیم کی بی بی کھڑی ہوئی تھیں  
تو وہ ہنس دیں پھر ہم نے ان کو بشارت دی  
اسحٰق کی، اور اسحٰق سے پیچھے یعقوب کی۔ وہ  
بولیں کہ ہائے خاک پڑے کیا میں اب بچہ جنوں  
کی بوڑھی ہو کر، اور یہ میرے میاں ہیں بالکل  
بوڑھے۔ یہ تو بڑے ہی اچھے کی بات ہے!

(فرشتے) بولے کیا تم کو اچھا لگا اللہ میاں کے کاموں  
پر ہوتا ہے؟

اس کے بعد جب فرشتوں نے ان سے پھر خطاب کیا ہے۔ تو وہی لفظ اہل بیت استعمال  
کیا ہے جو حضور کے خاندان کے سلسلے میں ابھی ادھر گزر چکا ہے۔

(۱۷) رَحِمَتْ اللّٰهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ  
اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (ایضاً)

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں اے  
(ابراہیم کے گھر والو، تمہارے ادھر۔

گویا آپ کا بھی مستقل خاندان موجود تھا۔ اور آپ کے دو صاحبزادوں اسمعیل و اسحٰق  
کا ذکر تو قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بار بار آیا ہے خود حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے ہے۔

(۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلٰی  
الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاسْحٰقَ۔ (ابراہیم - ۷)

ساری حمد اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے (اس) کبریٰ میں  
(دو فرزند) اسمعیل و اسحٰق عطا کئے۔

اور یہی ذکر ایک دوسری آیت میں۔

(۱۹) وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ - اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کئے۔

(مریم - ۳۷)

اور پھر تیسری اور چوتھی جگہ۔

(۲۰) وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ - اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب پورا عطا کیا۔

نَافِلَةً - (الانبیاء - ۵۷)

(۲۱) وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ - اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب عطا کئے۔

(التکووت - ۳۷)

اور پانچویں جگہ اسی مضمون کا مختصر اعادہ۔

(۲۲) وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ - اور ہم نے ابراہیمؑ کو بشارت دی اسحق کی کہ وہ

نبی اور نیک بندوں میں ہوں گے۔ (الصافات - ۳۷)

اور اسی طرح اسمعیلؑ کا آپ کی اولاد میں ہونا بھی بیان ہوا ہے۔

(۲۳) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي

أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ - سو ہم نے ابراہیمؑ کو بشارت دی ایک فروغ عظیم

المزاج کی۔ توجہ وہ لڑکا اس عمر کو پہنچا کہ ابراہیم

کے ساتھ دوڑنے پھرنے لگے۔ تو وہ بولے کہ اے

بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

(الصافات - ۳۷)

اور پھر ایک جگہ فرزدان یعقوبؑ اپنے والد ماجد کو ان کے بستر مرگ پر مخاطب

کر کے کہتے ہیں۔

(۲۴) تَعَبَّدُ إِلَهُكَ وَإِلَهُ آبَائِكَ

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ - اور ہم اسی خدا کی پرستش کریں گے جو آپ کا

خدا تھا اور آپ کے باپ دادا، ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ

اور اسحقؑ کا ہے، خدائے واحد۔

(البقرة - ۱۷۷)

حضرت اسمعیلؑ اور حضرت اسحقؑ ان دو ناموں کی تو صراحت قرآن مجید میں مل گئی۔  
باقی ان کے علاوہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی کچھ اور اولاد ضرور ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن نے  
صیغہ جمع استعمال کیا ہے۔ جس کے لئے تین کا عدد کم سے کم ہونا ضروری ہے۔

(۲۵) وَوَضَعْنِيْ بِهَا اِبْرٰهِيْمَ بَنِيْهِ ۝ اور اسی کا حکم دے گئے اپنے لڑکوں کو ابراہیم  
وَيَعْقُوْبُ ۝ (البقرہ - ۱۲۷) اور یعقوب بھی۔

اور پھر دوسری جگہ آپؑ نے دعا کی ہے۔

(۲۶) وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ ۝ مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے  
الْاَصْنَامَ ۝ (ابراہیم - ۶۷) رکھو۔

(بنی، اصل میں بنین تھا، اور وہ جمع ہے۔ 'ابن' کی : حالت اضافت میں 'ن')

گر گیا)۔

گویا قرآن مجید ہی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں  
متعدد تھیں۔ حضرت اسمعیلؑ ہی کے ذکر میں آتا ہے۔

(۲۷) وَكَانَ يٰمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ ۝ وہ اپنے گھر والوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز  
وَالزَّكٰوةِ ۝ (مریم - ۲۷) اور زکوٰۃ کا۔

اہل سے عام طور پر مراد بنی سے لی جاتی ہے (واعتبوا اهل الرجل عن امراته  
راغب) تو آپؑ کی بنی بی صاحبہ کا وجود تو بہر حال اس سے کل آتا ہے۔ باقی اس کے اصل  
معنی میں وسعت و عوم ہے۔ اس لئے ترجمہ "گھر والے" اور "متعلقین" اور اہل و عیال  
بھی صحیح ہے۔ اور استدلال پورے غاندان کے وجود پر بھی اس سے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے سلسلے میں ذکر ان کی ذریت کا بھی آتا ہے، جو اولاد اور اولاد  
اولاد، پورے سلسلہ نسل پر حاوی ہے۔

(۲۸) قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۝ (البقرہ - ۱۵۷) ابراہیمؑ نے کہا، اور میری نسل بھی (اس انعام میں

حصہ دار ہوگی؟

انہیں ابراہیم کی زبان سے پھر ان کی ذریت کا ذکر ہوا ہے۔

(۲۹) رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي  
بُيُوتَ غَيْرِ ذِي ذَرْعٍ - (ابراہیم - ۶۷) ذریت کو ایک بے کاشت میدان میں۔

اور دوہی چار سطروں کے بعد ایک بار پھر۔

(۳۰) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ  
ذُرِّيَّتِي۔ اے پروردگار، نماز کا اہتمام رکھنے والا بنادینے  
مجھ کو بھی اور میری ذریت میں سے بھی بعض کو۔

اور آپ ہی کے سلسلے میں ذریت کا لفظ دو جگہ اور بھی آیا ہے۔

(۳۱) وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ  
وَالْكِتَابَ - (العنکبوت - ۲۷) کتاب۔

(۳۲) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانُ  
الانعام - ۱۰۷) داؤد اور سلیمان کو۔

ایک جگہ ذریت ابراہیم کو ذریت یعقوب کے ساتھ ملا کر کہا ہے،

(۳۳) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَءِيلَ۔  
(مریم - ۴۷) اور ابراہیم اور یعقوب کی ذریت سے (بھی)۔

ایک قدیم جلیل القدر پیغمبر حضرت نوحؑ ہوئے ہیں۔ آپ کی زوجہ نافرمان کا ذکر ایک  
جگہ صراحت کے ساتھ ہے۔

(۳۴) ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا  
أُمَرَاتُ نُوْحٍ وَأُمَرَاتُ لُوطٍ - (التخريم ۲۷) اللہ کافروں کے واسطے حال بیان کرتا ہے نوحؑ  
کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کا۔

اور آپ صاحب اولاد بھی تھے۔ ایک نافرمان بیٹے کا ذکر صراحت کے ساتھ آتا ہے۔

(۳۵) وَنَادَىٰ نُوْحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي  
اور نوحؑ نے اپنے فرزند کو پکارا اور وہ الگ پر

مَحْزِلٍ يُبْنَىٰ اَرْكَبَ مَعَنَا۔  
تھا، کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سو  
(ہود - ۴۷)

ہو جاؤ۔

اور پھر اسی بیٹے کا ذکر دو چار سطروں کے بعد۔

﴿۳۶﴾ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِي مِنْ اَهْلِي اور (نوحؑ نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار  
وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ۔ (ہود - ۴۷) میرا لڑکا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور  
تیرا وعدہ بالکل سچا ہے۔

آپ ہی کے سلسلے میں آپ کے "اہل" اور آپ کی "ذریعت" دونوں کا ذکر آتا ہے، جس سے  
معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کنبے اور نسل والے تھے۔

﴿۳۷﴾ وَ نَجَّيْنَاهُ وَ اَهْلَهُ مِنَ الْكَوْبِ اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے بھاری  
الْعَظِيمِ وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ۔ کرب سے نجات دی۔ اور ہم نے باقی انہیں کی نسل  
(الصافات - ۳۷) کو رہنے دیا۔

اس سے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ آپ کی نسل کا نہ صرف وجود تھا، بلکہ غرقابی سے وہی  
بچی رہی اور اسی سے آبادی کا سلسلہ چلا۔

بنی کی ذات اہل میں خود ہی شامل ہے۔ اور 'ابن' کا وجود اس کے وجود کو مستلزم  
ہے۔ تاہم قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بھی زوجہ نوحؑ کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ ذکر خیر نہ ہو۔  
﴿۳۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور اللہ کافروں کے لئے حال بیان کرتا ہے نوحؑ  
اِمْرَاَتِ نُّوْحٍ وَّ اِمْرَاَتِ لُّوطٍ کَانَتَا کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کا وہ دونوں ہمارے  
تَحْتَ عِبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ۔ بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں  
(التحریم - ۲۷) تھیں۔

حضرت لوطؑ بنی کی بی بی، نافرمان بی بی، کا ذکر ایک جگہ تو تصریح کے ساتھ آیا ہے۔  
﴿۳۹﴾ اِمْرَاَتِ نُّوْحٍ وَّ اِمْرَاَتِ لُّوطٍ۔ (ایضاً) نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی۔

اور چار جگہ اور، حضرت لوطؑ ہی کے سلسلے میں ضمیر غائب کے ساتھ (وامراتہ) الحجر، ع ۴، النمل، ع ۴، الاعراف، ع ۱۰، العنکبوت، ع ۵ اور دو جگہ اور حضرت لوطؑ سے ضمیر مخاطب کے ساتھ، ہود، ع ۷، العنکبوت، ع ۴۔

حضرت لوطؑ کی بیوی کے علاوہ ذکر آپؑ کے خاندان کا، آپؑ کے، اہل، کا اور آپؑ کے آل کے لفظ سے بھی بار بار آیا ہے۔ آل لوطؑ کا ذکر ان چار مقامات پر، الحجر، ع ۴ و ع ۵، النمل، ع ۴، القمر، ع ۲۔ اور اھلہ، یا اھلک کے لفظ سے ان پانچ مقامات پر۔ الحجر، ع ۵، العنکبوت، ع ۴، الاعراف، ع ۱۰۔ النمل، ع ۴، ہود، ع ۷۔ آپؑ کا صاحب خاندان ہونا جس میں لڑکیاں لڑکے سب آگئے۔ انہیں آیتوں سے ظاہر ہے۔ اور آپؑ کی صاحبزادیوں کا ذکر مراحت کے ساتھ ان آیتوں میں موجود ہے۔

- (۴۰) قَالَ هُوَ لَاءَ بَنَتِي اِنْ كُنْتُمْ فَعِلِيْنَ۔ (الحجر۔ ع ۵)
- (۴۱) قَالَ يَقُوْمُ هُوَ لَاءَ بَنَتِي هُنَّ اَطَهَرُ لَكُمْ۔ (ہود۔ ع ۷)
- (۴۲) قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتْ مَا لَنَا بِ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ۔ (الصفّٰ)
- (لوطؑ نے اپنی قوم والوں سے) کہا کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، اگر تم میرا کہنا کرو۔
- (لوطؑ نے) کہا اے میری قوم والو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے پاکیزہ ترین ہیں۔
- وہ لوگ بولے، آپ کو خوب معلوم ہے کہ آپ کی بیٹیاں ہمارے کام کی نہیں۔

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں کی نسل کا سلسلہ چلنے اور اسی میں سے پیغمبروں کے ہوتے رہنے کی شہادت بھی قرآن مجید دے رہا ہے۔

- (۴۳) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔
- اور ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب جاری رکھی۔
- (الحمد۔ ع ۴)

ذریت کا لفظ حضرت اسمعیلؑ کی زبان سے خود اپنے سلسلے میں ادا ہوا ہے اور اپنی اسی  
 نہ سے آپؐ نے ایک پوری امت مسلمہ کے ظہور کی دعا کی ہے۔ آپؐ اور آپ کے والد  
 ماجد حضرت ابراہیم خلیلؑ دونوں مل کر دعا کرتے ہیں۔

(۴۴) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ  
 ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ۔ اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا (اور یاہ)  
 فرماں بردار بنالے اور ہماری نسل میں سے ایک  
 (پوری) امت اپنی فرماں بردار اٹھا،  
 (البقرہ - ع ۱۵)

ایک پیمبر جلیل حضرت یعقوبؑ ہوئے ہیں۔ اسرائیل انہیں کا دوسرا نام تھا۔ اور ان  
 کی نسل، یعنی بنی اسرائیل کا ذکر قرآن مجید میں اس تفصیل و تکرار کے ساتھ آیا ہے، کہ اس  
 سب کا نقل کرنا، ایک کھلی ہوئی حقیقت کو بلا ضرورت طوالت دینا ہے۔ باقی خود لفظ  
 یعقوبؑ کے ساتھ آپؐ کی اولاد کا بھی ذکر کہیں صراحتہ اور کہیں دلالتہ قرآن مجید میں موجود ہے۔  
 (۴۵) اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ  
 اِنِّیْ رَاِیْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ  
 وَالْقَمَرَ رَاِیْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِیْنَ قَالَ لَیْسَ  
 بِیْكَ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْكَافِرُ۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب یوسفؑ نے اپنے  
 والد سے کہا، کہ اے باپ میں نے (اب میں)  
 گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں دیکھتا کیا  
 ہوں کہ وہ میرے آگے جھکے ہوئے ہیں آپؐ نے  
 فرمایا کہ اپنے (اس) خواب کو اپنے بھائیوں کے  
 سامنے نہ بیان کرنا۔  
 (یوسف - ع ۱)

آیت سے نہ صرف یوسف علیہ السلام کے متعدد بھائیوں (یا حضرت یعقوبؑ کی  
 متعدد اولادوں) کا ہونا ظہور پائے گا، بلکہ ان کی تعداد بھی گیارہ نکل آتی ہے دوسرے لفظوں  
 میں حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے بارہ کی تعداد میں تھے۔

اور پھر چند سطروں بعد ذکر انہیں برادران یوسفؑ کا ہے۔

(۴۶) لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوسُفَ وَآخُوْتِهِ

بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں کے

آيَةُ لِلنَّاسِ عَلَيَّ - (يوسف - ۲۷) قصے میں (بڑی) نشانیاں موجو ہیں۔ سوال کرنے والوں کے لئے۔

اولاد یعقوب کے وجود، اور ان کی تعداد پر قرآنی شہادیں تو دلائل ہیں۔ اب اولاد کے وجود پر شہادت صریح بھی ملاحظہ ہو۔ ایک جگہ حضرت یعقوب کی زبان سے ہے۔

(۴۷) وَيَتِمُّ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ - (یوسف - ۱۷)

(اے یوسف تمہارا رب) تم پر اپنے انعام کی تکمیل کرے گا، اور اولاد یعقوب پر (بھی) جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پر کر چکا۔

پھر حضرت زکریا کی زبان سے جو دعا کرائی ہے اس میں بھی ہے

(۴۸) فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا - (اے پروردگار) مجھے غام اپنے پاس سے ایک یار بخیر و یرث من آل یعقوب۔ ایسا وارث دیجئے جو میری وارث بنے اور اولاد یعقوب کا (بھی) وارث بنے، (مریم - ۱۷)

اور پھر جہاں اپنی اولاد سے وصیت توحید کا ذکر حضرت ابراہیم کے لئے ہے وہیں اس کا عطف یعقوب علیہ السلام پر بھی ہے۔

(۴۹) وَوَصَّي بِهَا إِبْرَاهِيمَ بَنِيَّ وَيَعْقُوبَ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَا لَكُمْ الدِّينَ - (البقرة - ۱۷۷)

اسی (دین توحید) کا حکم دے رہے تھے ابراہیم اپنے بیٹوں کو (اپنے بیٹوں کو) کہ اے میرے بیٹو، اللہ نے اس دین کو تمہارا لئے انتخاب کر لیا ہے۔

اس کے بعد مخصوص حضرت یعقوب کے ذکر میں ہے۔

(۵۰) أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ النَّفْسُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي - (القصص - ۲۶)

کیا تم لوگ (اس وقت) موجو تھے جب حضرت یعقوب کا آخری وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کر گے (القصص - ۲۶)



ایک اور پیغمبر جلیل، بنی اسحاق میں، حضرت ایوبؑ گزرے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں بہ صراحت آیا ہے۔ آپؑ غالباً فرزند ان یعقوب کے ہم عصر تھے اور آپؑ کا وطن شہر عوض تھا۔ عرب کے شمال و غرب میں، کنعان یا فلسطین کی مشرقی سرحد سے متصل آپؑ کے بھی کنبہ یا خاندان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

(۵۱) وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمَثَلَهُمْ  
اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ (دوبارہ) عطا فرمادیا  
اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت  
(خاصہ) سے، اور اہل دانش میں یادگار رہ جانے  
الْأَلْبَابِ - (ص - ۴۷) کے لئے۔

اور اسی مضمون کو خفیف لفظی فرق کے ساتھ پھر دہرایا ہے۔

(۵۲) وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمَثَلَهُمْ مَعَهُ  
اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ (دوبارہ) عطا فرمادیا  
اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت  
(الانبیاء - ۶۷) سے اور عبادت گزاروں میں یادگار رہ جانے کے لئے۔

حضرت داؤدؑ نبی کے سلسلے میں آپؑ کی نسل کا ذکر صیغہ خطاب میں آتا ہے۔

(۵۳) اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا - اے داؤد کی نسل والو، تم شکریہ میں (نیک)  
(الاسبا - ۲۷) عمل کرو۔

اور اسی سے ظاہر ہے کہ اگر آپؑ کی ازواج (بہ صیغہ جمع) نہیں تو کم سے کم ایک بی بی تو ضرور ہی ہوں گی۔ اور آپؑ کے ایک فرزند کے نام کی بھی تصریح موجود ہے۔  
(۵۴) وَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ - اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔

(ص - ۳۷)

حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ، پیغمبران عالی مقام کا صاحبِ اولاد ہونا، توریت

وتاریخ سے تو ثابت ہی ہے، قرآن مجید نے بھی ضمناً ہی اس حقیقت کا اثبات کیا ہے۔

(۵۵) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ - (البقرة - ۲۴۷)

ان (بنی اسرائیل) سے اُن کے (زمانہ کے) پیغمبر نے کہا، کہ اس (طاووت) کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا، جس میں تسکین کی چیز ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور کچھ بھی ہوئی چیزیں ہیں جن کو اولاد موسیٰؑ اور اولاد ہارونؑ تمہارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

ان ساری آیتوں سے یہ واضح ہو گیا، کہ بہ طور ایک عمومی قاعدہ کے ہر نبیؑ صاحب اہل و عیال ہوتا ہے۔ اور متعدد پیغمبرانِ حلیل کے (جن میں سب سے سربلند ہمارے رسول کریمؐ ہیں) اہل و عیال کا ذکر قرآن مجید نے بہ صراحت بھی کر دیا ہے۔ اتنا ہی نہیں ہے، پیغمبرانِ کرام نے اولاد کی تمنا و آرزو بھی کی ہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کی اس آرزو و دعا کا ذکر قرآن مجید نے بہ تصریح و تکرار کیا ہے۔

(۵۶) وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ - (الانبیاء - ۶۷)

اور زکریاؑ (کا بھی تذکرہ کیجئے) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا، کہ اے میرے پروردگار! مجھے لا وارث نہ رکھو، اور (حقیقتاً) سب سے بہتر وارث تو، تو خود ہی ہے۔

اولاد صالح کی یہ تمنا آپؐ نے اس حال میں کی، کہ جب آپؐ اس سن کو پہنچ چکے تھے، جب عادتاً اولاد کی توقع باقی نہیں رہتی، اور آپؐ کی اہل خانہ بچہ جننے کے ناقابل سمجھ لی گئی تھیں۔ اور دعا بھی آپؐ نے بڑے چاؤ اور لاک کے ساتھ کی ہے۔

(۵۷) قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُورٍ مُّزِيدٍ - (سجدة - ۲۷)

زکریاؑ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں۔ اور سر میں بالوں کی

بَدُّعَاثِكَ رَبِّ شَقِيَّاهُ وَإِنِّي خِفْتُ  
الْمَوَالِي مَنْ وَرَائِي وَكَأَنْتِ امْرَأَتِي  
عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝  
يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَابْعَثْ  
رَبِّ رَضِيًّا۔ (مریم - ۱۷)

سفیدی بھیل پڑی ہے اور تجھ سے مانگ کر اے  
میرے پروردگار میں (کبھی) محروم نہیں رہا ہوں۔  
مجھے اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ ہے  
اور میری بی عقیم ہیں۔ تو تو اپنے (فضل) خاص  
سے مجھے ایسا وارث عطا کر جو میرا وارث بنے اور  
اولاد یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے پروردگار  
مقبول بھی کر۔

دعا قبول ہوں۔ موانع حل مٹا دیئے گئے اور فرزند صالح کی بشارت مل گئی۔  
(۵۸) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى  
وَأَصْلَحْنَاهُ زَوْجَهُ۔ (الانبیاء - ۸۷)  
سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ  
فرزند عطا کیا۔ اور ان کے لئے ان کی بی بی کو اولاد  
کے قابل بنادیا۔

دعا بڑے مبارک وقت و محل میں کی گئی تھی اور دعا ذریت صالح کے لئے تھی۔ حجرہ  
بیت المقدس میں مریم کے پاس خارق عادت نعمتیں دیکھ کر معاً آپ نے دعا کی تھی۔  
(۷۹) هُنَالِكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ قَالَ  
رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً  
إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (ال عمران - ۴۰)  
وہیں (یا اسی وقت) زکریا نے اپنے پروردگار سے  
دعا کی عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے  
(فضل) خاص سے ذریت طیبہ عطا کر بے شک  
تو بڑا سننے والا ہے دعا کا،

بشارت عین حالت نماز میں فرشتوں کی زبان سے ملی کہ فرزند نہ صرف نولد ہوگا، بلکہ  
ہر طرح صالح و سعید، یہاں تک کہ نبی ہوگا۔  
(۶۰) إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مَوْلًى تَقًى  
بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَمَسَدٍّ اَوْ حَصُورًا  
اللہ آپ کو بشارت دیتا ہے یحییٰ کی جو کلمۃ اللہ  
کی تصریح کرنے والے ہوں گے اور سردار ہوں گے

وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ (ایضاً) ادا اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے صالحین میں سے۔

بشارت تھی اتنی حیرت انگیز اور اسباب ظاہر کے لحاظ سے اتنی مستبعد کہ کہاں تو خود ہی اس کے لئے دعا کی تھی اور کہاں عام بشری ذہنیت کے مطابق، اس پر فرط حیرت سے جرح کرنے لگے، کہ ایک تو میں ضعیف، دوسرے میری بی بی عقیم۔ ان دو دو معذوریوں کے ہوتے ہوئے میرے اولاد ہوگی کیونکر؟

﴿۶۱﴾ قَالَ رَبِّ اَنۡیَ یَکُونُ لِیۡ غُلَامٌ وَّ عَرَضَ کِیۡ اے میرے پروردگار، میرے لڑکا قَدْ بَلَغَنِیۡ الْکِبَرُ وَاُمَرَاۤتِیۡ عَاقرٌ ہوگا کیونکر، درآخا لیکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا (ال عمران - ۴۷)

ہوں۔ اور میری بی بی بھی عقیم ہے۔ اور جب دوبارہ اسی وعدہ کے تحقق کا یقین دلا گیا، تو آخر میں اتنا کہے بغیر پھر بھی نہ رہ سکے،

﴿۶۲﴾ رَبِّ اجْعَلْ لِّیۡ اٰیَةً۔ (ایضاً) اے میرے پروردگار، میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔

اور جواب ملا کہ

﴿۶۳﴾ اٰیٰتُکَ الَّا تَکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمَزًا۔ (ایضاً) نشان تمہارے لئے یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن بات چیت نہ کر سکو گے بجز اشارے کے۔

یہ سب آیتیں تو مراحات سے حضرات انبیاء سے متعلق ہیں۔ باقی ایک جگہ ذکر "عباد الرحمن" (اللہ کے خصوصی اور مقرب بندوں) کا ہے۔ اور وہاں ان کی ایک علامت یہ بھی بتائی ہے کہ

﴿۶۴﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اٰزۡوَاجِنَا وِزْرًا نَّقِرَّۃً اَعۡیُنٍ یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد

وَأَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دوں ہم

(الفرقان - ۶۴) کو پرہیزگاروں کا سردار بنا دے۔

اور 'عباد الرحمن' میں ظاہر ہے کہ سب سے اشرف و اعلیٰ مرتبہ حضرات انبیاء کا ہونا ہے۔ اس لئے اگر اس دعا و تمنا کا تعلق ان حضرات سے بھی سمجھ لیا جائے، تو یہ کوئی بے جا اور بعید بات نہ ہوگی۔

غرض یہ کہ اہل و عیال کا ہونا نہ صرف یہ کہ نبوت کے نفاذ کی کسی درجہ میں بھی نہیں، بلکہ کثرت سے انبیاء صاحب ازواج و اولاد ہوتے ہیں بلکہ بعض نے تو عین اس کی تمنا اور دعا بھی کی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے سن میں کی ہے، جب عموماً اس کی آرزو باقی ہی نہیں رہتی۔ تو انبیاء میں بشریت اس خاص حیثیت سے نہ صرف موجود بلکہ نمایاں رہی ہے۔

---

## باب ۱۱

زلّات و قرب زلّات

وزیروں، امیروں، درباریوں میں کوئی زیادہ سے زیادہ بھی مُقرب ہو، پھر بھی کہاں وہ کہاں بادشاہ! ایاز، سلطان محمود کا محبوب ترین افسر تھا، اس پر بھی سلطان سلطان ہی تھا اور غلام غلام! یہ تناسب جب دنیا کے شاہ و رعایا، آقا و غلام میں پایا جاتا ہے، جو بہر حال مجبور مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب ایک ہی سطح پر ہیں۔ تو پھر سلطان حقیقی اور بندہ اور خالق اور مخلوق کے درمیان فرق کا کہنا ہی کیا! بعد و مقدار کے لئے زبان میں چلے ہوئے جتنے بھی لفظ ہیں، سب اس کی مقدار فرق کے اظہار سے قاصر، بجز ایک لفظ بے انتہا کے اس بے حد و نہایت فرق کی بنا پر آقا کو اختیار ہے کہ غلام کو جس خطا، جس لغزش، جس جرم پر جو چاہے سزا دے، اور جن لفظوں میں چاہے۔ اس کو تنبیہ کرے۔ یہ حقیقت بنیادی طور پر پیش نظر ہے، تو آئندہ سطور کے پڑھنے میں آسانی رہے گی۔

پیمبر اس طرح نہیں پیدا کئے جاتے، کہ ان کی فطرت ہی سے معصیت کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہو۔ اگر ایسے ہوں تو انہیں بشر کہا ہی کیوں جائے۔ وہ فوق البشر ہی نہ ہو جائیں۔ ایسی فطرت تو صرف ملائکہ (فرشتوں) کی ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء پر بھی نہیں کہ بہت دفعہ لغزشوں کے قریب پہنچ گئے ہیں، بلکہ کبھی کبھی تو لغزشیں ان سے سرزد ہو کر بھی رہی ہیں۔ پھر عین وقت پر رحمت الہی نے اس ٹوٹے ہوئے تعلق کو از سر نو جوڑ دیا۔

انبیاء کی زندگی کے دو دور کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلا دور ہر نبی کی زندگی کا قبل نبوت ہوتا ہے۔ دوسرا وہ، جب وہ منصب نبوت پر سرفراز ہو چکا ہوتا ہے۔ پہلے دور میں

گو اس میں بہترین صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، اور اپنے عام اخلاق و اطوار میں وہ اپنے ہم چشموں سے علانیہ ممتاز ہوتا ہے، پھر بھی لغزشوں کا اس کے لئے نہ صرف امکان رہتا ہے، بلکہ واقعہً ان کا صدور بھی اس سے ہو چکا ہوتا ہے، سب سے پہلا سبق آموز قصہ اس بابے میں حضرت آدمؑ کا ہے۔ وہ ابھی روئے زمین پر بہ حیثیت نبی آئے بھی نہ تھے، کہ شیطان نے اپنی وسوسہ اندازی کا اثر ان پر ڈال ہی دیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

① فَازَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا۔ شیطان نے ان دونوں (آدم و زوج آدم) کو

(البقرة - ۲۷) اس مقام سے ڈگادیا۔

حضرت آدمؑ کی ذات کی حد تک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔

② فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ۔ پھر شیطان نے ان (آدم) کو وسوسہ میں

(طہ - ۷۷) ڈال دیا۔

دوسری جگہ اس اجمال کی مختصر سی تشریح بھی ہے۔

③ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ..... تو شیطان نے ان دونوں (آدم و زوج آدم)

قَدْ لَّهُمَا بَغْرٌ وَّيْر۔ (الاعراف - ۲۷) میں وسوسہ ڈالا اور دونوں کو دھوکے سے

نیچے لے آیا۔

ابو البشر، پر شیطان کی یہ وسوسہ اندازی کامیاب ہوئی۔ اور آپؑ سے شجر ممنوعہ کا پھل

کھا لینے کی لغزش کا واقعی صدور ہو کر رہا۔

④ فَأَكَلَا مِنْهَا۔ (طہ - ۷۷) دونوں نے اس (درخت) سے کھا لیا۔

یہی حقیقت دوسرے لفظوں میں۔

⑤ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ (الاعراف - ۱۷) جب دونوں نے اس (درخت) سے کچھ لیا۔

لغزش کے طبعی نتیجے بھی معاً ظاہر ہوئے، اور گرفت بھی نافرمانی پر فوراً ہوئی۔

⑥ أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں

وَأَقْلُ تَلْكَمَاتِ الشَّيْطَانِ لَكُمْ أَدَمُ وَتَمِيمٌ - (ایضاً) کر چکا تھا۔ اور یہ نہیں کہہ چکا تھا، کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

جرم اس درجہ کا تھا، کہ اس پر عصیان و غوایت کا اطلاق مراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

④ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ - اور آدم نے اپنے رب کا قصور کیا، سو وہ بہک گئے۔ (ظہ - ۷۷)

اور شیطان کی یہ کامیابی آدم دشمنی، نسل آدم کے سامنے بطور مستقل درس عبرت کے پیش فرمائی گئی۔

⑧ يٰبَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ آبَايَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يُنَزِعُ عَنْهُمَ لِبَاسَهُمْ لِيُرِيَهُمْ سَوَاتِرَهُمْ - اے آدم زادو، شیطان تمہیں کہیں قنہ میں ڈال دے، جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے نکلوا دیا تھا اس حال کے ساتھ کہ ان کا لباس بھی ان سے اُتر دیا تھا جس سے ان کے ستر ان کو دکھائی دینے لگے۔ (الاعراف - ۳۷)

غرض مراحت، بلکہ مراحت درصراحت تو حضرت آدم کی زلت کی تو ہو چکی، لیکن یہ ساری حکایت ان کے دور قبل نبوت کی ہے نبوت سے سرفراز تو وہ اس دنیا میں آنے کے بعد ہوئے ہیں۔ اور ایسی ہی مراحت حضرت موسیٰ کے دور قبل نبوت کی ایک لغزش کی وار د ہوئی ہے۔ مصر میں ایک قبطی ایک اسرائیلی سے جھگڑ رہا تھا۔ اسرائیلی کی فریاد پر آپ اس کی مدد کو گئے۔ آپ کے گھونے کی ضرب سے وہ قبطی اتفاقاً مر گیا۔ اس کا ذکر خود آپ کی زبان سے ہے۔

⑨ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ - موسیٰ نے اس کے مگھارا، جس نے اس کا کام ہی تمام کر دیا، آپ نے کہا یہ تو عمل شیطانی ہوا۔



مَبِیْنٌ۔ (القصص - ۲۷) بے شک شیطان تو کھلا ہوا دشمن ہے گمراہ کرنے

والا۔

دوسری جگہ بھی آپ ہی کی زبان سے نقل ہوا ہے۔

⑨ قَالَ فَحَلَّتْهَا إِذَا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (الشعراء - ۲۷)

آپ نے کہا، کہ مجھ سے یہ نکل ایسے وقت سرزد ہوا، جب میں بھٹکے ہوؤں میں تھا۔ اس پر میں تمہارے ہاں سے، جب مجھ تم سے خوف معلوم ہوا، بھاگ گیا۔ پھر اللہ نے مجھے حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا۔

تو یہ ساری سرگزشت، دو پیمبروں کی، اُن کے دورِ نبوت سے قبل کی تھی۔ لیکن خود نبوت مل جانے کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا کہ نبی سے بشریت ہی سلب کر لی جائے، اس کی فطرت ایسی بنا دی جائے کہ شیطانی تحریک سے اثر پذیری کی صلاحیت ہی اس میں باقی نہ رہ جائے اور پیمبری دعوت میں خلط شیطانی کی سرے سے گنجائش ہی نہ رہنے پائے۔ حضورؐ کو مخاطب کر کے ایک عام قاعدہ سائے انبیاء کے لئے سنا دیا گیا۔

⑩ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ۔ (الحج - ۷۷)

ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں بھیجا، جس کو یہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے کچھ پڑھا، تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ میں ڈال دیا ہو۔

اور اس اجمالی بیان کے علاوہ، تین پیمبروں کا تو نام لے کر ان کی لغزشوں کی حیرت فرمائی گئی ہے۔ ایک ان میں سے حضرت سلیمانؑ ہیں۔ ان کے ذکر میں ہے کہ ایک بار کسی ذبیہ مال (روایتوں میں ذکر گھوڑوں کا آتا ہے) کا جائزہ لیتے وقت عبادت کا وقت آپؐ سے ٹل گیا تھا۔ اسے آپؐ ہی کی زبان سے ادا کیا ہے۔

۱۱) فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ بولے، میں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار  
عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کی یاد سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب پردہ  
(ص - ۳۷) میں چھپ گیا۔

دوسرا ذکر آپ ہی کے والد ماجد حضرت داؤد کا ہے۔ آپ سے بھی کوئی ایسی لغزش  
صادر ہو گئی تھی، جس کی نصرت قرآن مجید میں نہیں۔ لیکن بہر حال آپ کو اس سے استغفار  
کرنا پڑا تھا۔

۱۲) وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ - (ص - ۳۷)  
اور داؤد کو خیال گزرا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا  
ہے، سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا  
اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے، سو ہم نے  
ان کو معاف کر دیا۔

تیسرا نام اس سلسلے میں حضرت یونس کا آتا ہے۔ جن کی بابت یہ صراحتیں درج ہیں۔  
۱۳) وَذَٰلِ النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاصِبًا فَظَنَّ أَن لَّنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ - (الانبیاء - ۶۷)  
اور ذوالنون کا بھی تذکرہ کیجئے، جب وہ غصّہ میں  
آکر چل کھڑے ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر کوئی  
گرفت نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے (مچھلی کے پیٹ  
کے) اندھیروں میں پکارا کہ (اے اللہ) تیرے سوا  
کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے، میں بے شک

قصور واروں میں ہوں۔

ہمارے نبی اکرم کی ذات چونکہ انبیاء میں کامل ترین و جامع ترین ہوتی ہے، اور قیامت  
تک کے لئے ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے نمونہ اور حجت و سند کی حیثیت رکھتی ہے اس  
لئے قدرۃ سب سے زیادہ احتساب بھی آپ ہی کے لئے مخصوص رہا۔ پہلی تنبیہ جو ہوتی  
ہے، وہ آپ کو حضرت یونس ہی کی مثال دے کر فرمائی گئی ہے جو اپنے پروردگار سے

وقتِ طور پر روٹھ گئے تھے۔

(۱۴) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ  
كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ  
مَكْظُوْمٌ۔ (القلم - ع ۱۲)

آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر (وہ جو کچھ بھی ہو)  
صبر سے قائم رہیے، اور مچھلی والے (پیمر) کی  
طرح نہ ہو جلیے، جب کہ انہوں نے دعا کی۔  
اس حال میں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے۔

حضور کی حفاظت خصوصی کا انتظام اگر غیب سے نہ کر دیا گیا ہوتا، تو دشمنان حق و دشمنان

دین خدا معلوم آپ سے کیا کیا کر لے رہتے۔

(۱۵) وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْكَ عَنِ  
الَّذِىْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ لِتُفْضِرَ عَلَيْنَا  
غَيْرُكَ وَاِذَا لَاتُخَذُ وَاُكْ خَلِيْلًا وَّلَوْ لَا  
اَنْ نَّبْنِيَنَّكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنْ اِلَيْهِمْ  
مُّشِيًْٓٔا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل - ع ۸)

اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس سے بچلا دیتے  
جو ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ تاکہ آپ اس کے سوا  
ہماری طرف غلط بات کی نسبت کر دیں۔ اور یہی  
حالات میں یہ لوگ آپ کو گہرا دست بنا لیتے۔  
اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو  
آپ ان کی طرف کچھ جھکنے کے قریب پہنچ گئے ہوتے۔

یعنی گو ہماری حفاظت نے آپ کو شیطانی اثرات سے ہمیشہ محفوظ ہی رکھا، اور آپ میں  
شائبہ بھی اُن اثرات کا نہ آنے دیا، تاہم اس کا خطرہ اور احتمال تو بہر حال تھا ہی۔ انبیاء کی  
فطرت ایسی بنا کر بھیجنا کہ ان میں کسی شیطانی تاثر کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی سرے  
سے نہ رہے، حکمت الہی کے منافی ہے۔

آیت سے معاملتی جو دوسری آیت ہے، اُسے بھی پڑھ لیجیے، تاکہ تخویف و تہدید  
کا پورا نقشہ ذہن کے سامنے آجائے۔

(۱۶) اِذَا لَاتُخَذُ وَاُكْ خَلِيْلًا وَّلَوْ لَا  
اَنْ نَّبْنِيَنَّكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنْ اِلَيْهِمْ  
مُّشِيًْٓٔا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل - ع ۸)

اگر کہیں ایسا ہوتا، تو ہم آپ کو دُہرا عذاب پہنچاتے  
زندگی میں بھی اور موت میں بھی پھر آپ ہمارے

عَلَيْنَا لَصِيرًا۔ (ایضاً)

مقابلہ میں کوئی بھی مددگار نہ پاتے۔

پیمبروں میں سب کا سرور و سردار ہونا کوئی معمولی نعمت تھی؟ اور ظاہر ہے کہ ذمہ داریاں بھی مرتبے کے ساتھ ہی ساتھ چلتی ہیں۔ قدرتنا جتنا اہتمام آپ کی ذمہ داریوں کا رکھا گیا، آپ کے مرتبے ہی کی نسبت سے ہے۔

ذیل کی تنبیہی آیتیں بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، جن میں آپ کو ایک متعین لغزش پر آگاہ و متنبہ کیا گیا، حالانکہ یہ لغزش بھی، صرف صوری تھی، حقیقی نہ تھی۔

(۱۴) عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى  
وَمَا يَدُرُّكَ لَعَلَّهُ يَزْكُتُ أَوْ يَدَّكُرُ  
فَتَنَقَّعَهُ الذِّكْرُ أَمْ أَمَّا مِنْ اسْتَحْضَى  
فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّقْ وَأَمَّا عَلَيْكَ الْأَلَا  
يَكْرِي وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى وَهُوَ  
يَخْشَى فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى كَلَّا۔  
(عبس)

(یہ غیر) جیسے بہ جبین ہوئے اور منہ پھیر لیا اس پر  
کہ ان کے پاس نہ بیٹا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر، شاید  
وہ سنور ہی جاتا، یا نصیحت قبول کر لیتا، سو اس  
کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔ تو جو شخص بے نیاز  
برتنا ہے آپ اس کی تو فکرمیں پڑ جاتے ہیں حالانکہ  
آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو  
شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ  
حیثیت بھی رکھتا ہے۔ آپ اس سے بے توجہی  
کرتے ہیں زہار (ایسا نہ کیجئے)

نا بیٹا صحابی کئے بجائے فوری التفات اشرف قریش کی طرف فرمانے کی بنیاد کام تر  
یہ دینی مصلحت تھی کہ ایک طرف مشرکین کے اکابر کو دین توجید کے اندر لانا تھا، اور دوسری  
طرف ایک مومن کو صرف کوئی جُزئی مسئلہ بتانا تھا۔ اور اس لئے حقیقتاً اس واقعہ میں کسی  
زلّت (لغزش) کا صدور آپ سے ہوا ہی نہیں، لیکن بہر حال حاکم حقیقی و حکیم مطلق کی  
نظر میں یہ ظاہری اور صوری فرد گزاشت بھی غیرتِ دینی کے تعاضد کے منافی تھی اور اس لئے  
قابل گرفت ٹھہری۔

اسی طرح جب قرآن مجید آپ پر فرشتہ جبریل کے ذریعہ نازل ہو رہا تھا، آپ وفور شوق میں فرشتہ کی قرأت کے ساتھ ہی ساتھ، خود بھی کلام پاک کو دہرانے شروع کرتے تو ہدایت نازل ہوئی کہ یہ بات بے جا ہے۔

(۱۸) لَا تَسْرِكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔  
 آپ قرآن پر اپنی زبان نہ چلایا کیجئے، اس خیال سے کہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں۔ یہ تو ہمارے ذمے ہے اس کو جمع کر دینا اور اس کا (القیامۃ - ع ۱)

پڑھو ادینا۔

ایک بار ایک خاص قسم کے شہر سے احتراز کا عہد آپ نے کسی بی بی صاحبہ کی خاطر سے کر لیا۔ پیغمبر کا یہ عمل صورتہ ایک حلال غذا کو اپنے اوپر حرام کر لینا تھا۔ بارگاہ خداوندی سے اس پر بھی گرفت ہوئی اور اس گرفت نے قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں جگہ پالی۔

(۱۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ۔  
 اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے، آپ اس کو کیوں حرام کئے لیتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ (التحریم - ع ۱)

اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلق بی بی سے عقد کر لینا اب بھی بہت جگہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور عرب جاہلیت میں تو یہ خاص طعن کی چیز تھی۔ اور محل طعن سے بچنا ہر بشر کے لئے ایک امر طبعی ہے۔ کوئی فسق یا ضلالت نہیں۔ پھر بھی حضورؐ سے جب ایک موقع پر اس تقاضائے بشریت کا اظہار ہوا، تو معاود پر سے تنبیہ بھی نازل ہوئی۔

(۲۰) وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔  
 آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ اندیشہ لوگوں سے کر رہے تھے، حالانکہ اندیشہ کرنا آپ کو اللہ ہی سے سزاوارتر ہے۔ (الاحزاب - ع ۱)

کو اللہ ہی سے سزاوارتر ہے۔

کہیں کسی غدمہ، معاملہ میں آپ اگر کسی کو بے قصور سمجھ کر اس کی رعایت یا حجاب نہ فرمانے لگتے، تو یہ چیز بھی بارگاہ خداوندی میں آپ کے شایان شان نہ قرار پاتی، اور تنبیہی آتیں، بلا تا مل اس پر نازل ہو جائیں۔

(۲۱) اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ  
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بِهِ السَّائِسِ بِمَا اَوْزَلَ  
اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِيْنَ خَصِيْمًا وَّ  
اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا  
رَّحِيْمًا وَلَا تَجَادِلْ عِى الَّذِيْنَ  
يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ  
مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ (النساء ۶۷)

بے شک ہم نے آپ پر (یہ) کتاب اتاری ہے عیقت  
کے ساتھ، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس  
فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتایا ہے۔ اور آپ خافینوں  
کی طرفداری کی بات نہ کیجیے اور استغفار کیجیے بیشک  
اللہ بڑا مغفرت کرنے والا، بڑا رحمت والا ہے اور  
ان لوگوں کی طرف سے وکالت نہ کیجیے جو اپنے ہی  
حق میں خیانت کر رہے ہیں۔ اللہ ایسے شخص کو دوست  
نہیں رکھتا، جو بڑا خیانت کرے والا، بڑا گنہگار ہو۔

## باب (۱۲)

# دعا، استغفار، مناجات، استعاذہ

عبدیت کا ایک بڑا، بلکہ سب سے بڑا مظہر، بندہ کی اپنے رب سے دعا و مناجات ہے، خواہ یہ دینی و اخروی سلسلے میں ہو یا دنیوی و مادی میں۔ انسان اپنے اُن دیکھے مالک و مولا کو پکارتا اسی وقت ہے، جب کسی نہ کسی حیثیت سے اپنی بندگی، بیچارگی، ضعف و عجز کا احساس کرتا ہے۔ اور جس نسبت سے یہ احساس گہرا اور مضبوط ہوگا، اسی نسبت سے اس پکار میں اخلاص، خضوع و خشوع بھی بڑھا ہوا ہوگا۔ اور قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی عبدیت اس معیار پر بالکل ہی پوری اُتر رہی ہے۔

سورۃ الانبیاء کے ایک رکوع میں ذکر متعدد پیغمبروں کا ہے حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت اسمعیلؑ، حضرت ادریسؑ۔ حضرت ذوالکفلؑ۔ حضرت یونسؑ۔ حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کا۔ اور ان کے ذکر کے آخر پر ہے۔

① اِنَّهُمْ كَانُوْا اِیْسَارِ عُوْنٍ فِی الْخِیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَ نَارَ عَیْبًا وَ رَهْبًا وَ كَانُوْا لِّلنَّاسِ خَافِیْعِیْنَ ۔ اور ہمیں پکارتے تھے۔ شوقِ خوف کے ساتھ اور ہمارے حضور میں دب کر رہتے تھے۔

(الانبیاء - ع ۶)

اس سے ذرا اوپر ذکر اور چند پیغمبروں کا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت اسحقؑ و حضرت یعقوبؑ کا، اور ان سب سے متعلق ہے۔

② وَ جَعَلْنَاهُمْ اٰیٰتَةً یُّهْدُوْنَ ۔ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے

بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ  
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَكَانُوا  
لَنَا عَبِيدِينَ۔ (الانبیاء - ع ۵)

ہدایت کرتے تھے، اور ہم نے ان پر وحی بھیجی  
نیک کاموں کے کرنے کی اور نماز کی پابندی  
کی اور ادائے زکوٰۃ کی۔ اور یہ لوگ ہماری (بڑی)  
عبادت کرنے والے تھے۔

یعنی عبدیت سے بے نیازی انہیں ذرا بھی نہ تھی۔ اور وہ خود التجا و نیاز میں لگے  
رہتے تھے۔

سب سے پہلی تصریح ابوالانبیاء حضرت آدمؑ کے ذکر میں ملتی ہے جب اُن سے  
معصیت کا وقوع ہو چکا تو۔

﴿۳﴾ فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ  
فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔  
(البقرة - ع ۴)

اس کے بعد آدمؑ نے اپنے پروردگار سے حاصل  
کرنے کچھ لفظ، اور وہ (پروردگار) اُن پر رحمت  
کے ساتھ متوجہ ہوا۔ اور وہ ہی بڑا توبہ قبول  
کرنے والا اور بڑا مہربان۔

یہ ”چند الفاظ“ ظاہر ہے کہ توبہ و معذرت کے تھے۔

اور پھر انہیں کی زبان سے مزید تصریح ہے،

﴿۴﴾ قَالَ رَبِّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ  
لَمْ تُغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ  
مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (الاعراف - ع ۲۴)

(آدم و حوا) دونوں نے عرض کی، کہ اے ہمارے  
پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔ تو اگر  
تو ہی ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہمارے اوپر  
مہربانی نہ کرے گا تو ہم سخت گھلٹے میں رہیں گے۔

مان لیجئے کہ یہ کلام زمانہ نبوت سے قبل کا ہے۔ اور یہی تاویل حضرت موسیٰؑ کے  
بھی اس کلام میں ہو سکتی ہے، جہاں آپؑ نے ایک صرف صوری معصیت (بلا قصد قتل  
قطعی) کے بعد مناجات کی ہے کہ



⑤ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اے میرے پروردگار، میں نے (اَن جان) اپنی ذَاغْفِرْلِیْ۔ (القصاص - ۲۷) جان پر ظلم کر لیا، تو تو معاف کر دے۔

اور اس کی معافی کا پروانہ بھی معامِل کیا۔

⑥ فَخَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ سوائے اللہ نے انہیں معاف کر دیا، اور بے شک الرَّحِیْمُ۔ (الضحّٰ) وہ بڑا مغفرت والا اور بڑا رحمت والا ہے۔

لیکن دوسرے مقامات پر جو صراحاتیں ہیں اور وہ بھی نہ تکرار، انہوں نے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ اور اشتباہ کی گنجائش نہیں باقی رکھی ہے۔

حضرت نوحؑ اپنی قوم کی مسلسل نافرمانیوں اور اپنی دعوت کی مسلسل ناکامیوں سے عاجز آکر دعا کرتے ہیں۔

⑦ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا كَدْ بُوْنِ۔ اے میرے رب، میرا بدلہ لے اس کا کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ (المومنون - ۲۷)

اور کمال عجز سے یہ بھی عرض کرتے ہیں۔

⑧ اِنِّیْ مُغْلُوْبٌ فَاتَنْصُرْ۔ میں (ہر طرح) درماندہ ہوں، تو توبدلہ لے۔ (القرہ - ۷۱)

اور وحی الہی سے یہ خبر پا جانے کے بعد کہ اب نافرمانوں میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا، یہ بھی عرض کرتے ہیں۔

⑨ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ اَلْاَرْضَ مِنْ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا۔ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے (آ) ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ۔ (نوح - ۲۷)

اور جب حکم الہی سے کشتی پر مومنین کے ساتھ سوار ہوتے ہیں تو خیریت کے ساتھ اترنے کی یوں دعا مانگتے ہیں۔

⑩ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبَارَکًا اے میرے رب مجھے مبارک اتارنا آماریا اور

وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (المؤمن: ۴) تو سب سے بہتر آتائے والا ہے۔

اور پھر جب آپ اجتہادی غلطی سے اپنے نافرمان فرزند کی نجات کی درخواست کر بیٹھے، اور جواب دراز رنگ عتاب میں ملا تو پھر کس الحاح و لجاجت سے معذرت بھی پیش کرتے ہیں۔

⑪ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنُ مِنَ الْخُسِرِينَ۔ (ہود - ۴۷)

اے میرے رب، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس امر کی، کہ تجھ سے درخواست کروں ایسے امر کی جس کی (حقیقت کی) مجھے خبر ہی نہ ہو۔ اور اگر تو ہی میرا مغفرت نہ کرے گا، اور مجھ پر رحم نہ کرے گا، تو میں تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم خلیلؑ جب اپنے فرزند جلیل حضرت اسمعیلؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے ہیں، تو ساتھ ہی ساتھ زبانوں پر یہ زمزمہ عبودیت بھی ہے۔

⑫ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (البقرہ - ۱۵۷)

اے ہمارے رب (یہ خدمت) ہم سے قبول فرما، تو تو بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔

اور اسی کے ساتھ دعا بھی ذرا لمبی سی ہے۔

⑬ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ (البقرہ - ۱۵۸)

اے ہمارے رب ہم دونوں کو (اور زیادہ) مطیع بنالے اور ہماری نسل میں سے ایک ایسی امت پیدا کرے جو تیری مطیع ہو۔ اور ہم کو ہمارے حج کے ارکان بتا۔ اور ہماری توبہ قبول کر، اور تو ہی ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا۔

اور پھر انہیں ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ایک بڑی لمبی دعا، اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں اور اپنے بسائے ہوئے شہر مکہ کے حق میں، اس وقت منقول ہے، جب آپ نے

اول اول اس شہر کو آباد کیا ہے۔

(۱۴) رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا  
وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ  
رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّونَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ  
فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي  
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ رَبَّنَا إِنِّي أَسْأَلُكَ  
مِنْ دَرَجَتِي يَوْمَ الدِّعْرِ عِنْدَ  
بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ  
فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي  
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الشَّمْسِ أَيْ  
لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔

(ابراہیم - ۶۷)

اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دیجیو  
اور مجھ کو اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے  
بچائے رکھو۔ اے میرے پروردگار، انہوں نے  
بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے، پھر جو شخص  
میرا کہنا مانے سو تو بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت  
والا ہے؟ اے میرے پروردگار میں نے اپنی  
اولاد کو تیرے معزز گھر کے قریب بسا دیا ہے ایک  
میدان میں جو راحت کے قابل نہیں۔ اے  
ہمارے پروردگار تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں  
تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے،  
اور انھیں پھل کھانے کو دے تاکہ یہ لوگ شکر گزار

رہیں۔

دعا واضح طور پر فلاح و آخری کے ساتھ ساتھ فلاح دنیوی کے لئے بھی ہے۔ اور پوری  
طرح اس حقیقت کا اظہار کرتی ہے کہ حضرات انبیاء اپنی اولاد کے حق میں ان کی طلب ہدایت  
کے علاوہ۔ ان کی دنیوی فلاح و بہبود کے بھی کتنے آرزو مند رہتے ہیں۔ طویل دعا ابھی ختم نہیں  
ہوئی، ایک حصہ ابھی اور ہے۔

(۱۵) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ  
وَمِنْ دَرَجَتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ  
رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ  
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ (ابراہیم - ۶۸)

اے میرے پروردگار مجھ کو بھی نماز کا اہتمام  
رکھنے والا بنا یا اور میری بعض اولاد کو بھی۔ اے  
میرے پروردگار میری بھی مغفرت کر دیجیو اور  
اور میرے والدین کی بھی اور (سائے) مومنوں

کی بھی، حساب قائم ہونے کے دن۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا، کہ پیمبر تک خود اپنی مغفرت تک کی دعا کرتے رہتے ہیں۔  
اسی دعا کے درمیان میں ایک ٹکڑا مناجاتی رنگ کا یہ بھی آگیا ہے۔

(۱۶) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ  
عَلَى الْكِبَرِ اِسْمَاعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِنَّا  
رَبِّ لَسَمِيعُ الدُّعَا - (ابراہیم - ۶۷)  
(ساری) حمد اللہ کے لئے ہے، جس نے مجھے کبرئی  
میں اسمعیل واسحق (دو فرزند) عطا کئے بے شک  
میرا پروردگار دعا کا بڑا سننے والا ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ انبیاء باوجود اپنی کبرئی کے، اولاد کی طلب رکھتے ہیں،  
اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور قبول دعا کے بعد اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ شکر گزار  
ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے، قبل نبوت، جب اتفاقی طور پر ایک مصری کی ہلاکت کی  
نوبت آگئی ہے۔ تو آپ بلا تامل اس کو ایک شیطانی حرکت قرار دیتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار  
میں لگ جاتے ہیں۔

(۱۷) قَالَ هَذَا امْرُؤٌ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ  
اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ  
رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ -  
(القصص - ۲۷)  
آپ بولے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوئی بے شک  
وہ کھلا ہوا دشمن ہے مگر اسی میں ڈال دینے  
والا۔ (پھر) بولے اے میرے پروردگار میں نے  
اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف کر دیجیو۔

اور آئندہ کے لئے پورے محتاط رہنے کا عہد کرتے ہیں۔

(۱۸) قَالَ رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَیَّ  
فَلَنْ اَكُوْنَ ظٰلِمًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ -  
(ایضاً)  
عرض کی اے میرے پروردگار تو نے جو میرے  
اوپر انعامات کئے ہیں، تو میں اب کبھی مجرموں  
کا پشت پناہ نہ بنوں گا۔

پھر جب آپ کے ہاتھوں قتل واقع ہو جانے کی خبر پھوٹی ہے، اور آپ اپنی جان

کے حفظ کے لئے شہر چھوڑ کر دوسرے ملک کو جاتے ہیں تو اپنی حفاظت کے لئے دعا کرتے جاتے ہیں۔

(۱۹) فُخِّرَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ      پھر آپ اس شہر سے نکلے خوف اور دہشت کی  
قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ      حالت میں (اور) بولے اے میرے پروردگار  
(ایضاً)      مجھے ان ظالم لوگوں سے بچائیو۔

پھر راستہ سے ناواقفیت کی بنا پر اللہ سے یہ دعا بھی مانگتے جاتے ہیں کہ کہیں راہ سے  
بھٹک نہ جائیں۔

(۲۰) وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ      پھر جب آپ مدین کی طرف ہوئے، تو بولے کہ  
قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ      مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے ہی  
السَّبِيلِ - (القصاص - ۳۷)      راستہ پر چلائے گا۔

اس کے بعد جب آپ سفر کی منزلیں طے کر کے شہر مدین کے کنوئیں پر پہنچے ہیں، اور وہاں  
دو شریف زادیوں کی کچھ خدمت بھی کی، تو معاً آپ سایہ میں جا بیٹھے ہیں، اور رفعِ گرسنگی کے  
لئے اپنے رب سے دعا کی ہے۔

(۲۱) ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ      پھر آپ ہٹ کر سائے میں جا بیٹھے۔ اور پھر آپ  
إِنِّي لِمَا أُنْزِلَتِ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ      نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو جو نعمت  
فَقِيرٌ - (ایضاً)      بھی مجھ کو بھیج دے میں اس کا محتاج ہوں۔

اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ پیغمبر دعائیں صرف روحانی ہی برکتوں اور ہدایتوں کے  
لئے نہیں۔ بلکہ طلبِ رزق کے لئے بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح جب آپ کو نبوت عطا ہوئی ہے، تو آپ نے مناجات کی ہے، کہ میری شکلا  
آسان فرما دیجئے اور اس امر ہم میں میرے بھائی کو میرا شریک منصب کر دیجئے۔

(۲۲) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي      عرض کی کہ اے میرے پروردگار، میرا حوصلہ

وَلَيْسَ لِي أَمْرِي وَاحِلٌ عَقْدًا  
مَنْ لَسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وَاجْعَلْ  
لِي ذَرِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَرُونَ أَخِي  
اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي  
أَمْرِي - (طہ - ع ۲)

فراخ کر دے، اور میرا کام آسان بنائے اور  
میری زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ وہ لوگ میری  
بات سمجھ سکیں اور میرے لئے میرے والوں میں  
سے میرا ایک معاد نافر کر دے، یعنی میرے  
بھائی ہارون کو ان کے ذریعہ میری قوت کو مستحکم  
کر دے، اللہ انہیں میرے کام میں شریک کر دے۔

اس درخواست کی منظوری اور عطائے نبوت کے بعد جب ایک موقع پر پھر کوہ طور پر  
باریابی ہوئی ہے آپ نے درخواست تقائے رب کی کی ہے، اور آپ پر بے ہوشی طاری  
ہو گئی ہے، اس سے افاقہ کے بعد آپ نے توبہ اپنی اس درخواست سے کی ہے۔

(۲۳) فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ  
إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ -

تو جب انہیں افاقہ ہو گیا، تو انہوں نے عرض  
کی کہ بے شک تیری ذات منزہ ہے میں تیرے  
حضور میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں  
(الاعراف - ع ۱۷)

ہی اس پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرت ایک بار توبہ لیتے کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔ اور اپنا نائب بنا کر حضرت  
ہارون کو چھوڑ گئے تھے۔ اس درمیان میں حضرت ہارون کی موجودگی و ممانعت کے باوجود  
آپ کی قوم نے گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی۔ آپ معاً پہاڑ سے واپس آئے، اور قدزنا  
حضرت ہارون کو اس کا ذمہ دار سمجھ کر ان سے سخت برہم ہوئے۔ پھر جب آپ پر حقیقت  
حال ظاہر ہو گئی۔ آپ نے اپنے اور حضرت ہارون دونوں کے لئے اپنے رب سے اس کی ارحم  
الرحیمین کا واسطہ دے کر دعائے مغفرت کی ہے۔

(۲۴) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا خِمْ  
وَأَدْخِلْنِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ

عرض کی اے میرے رب میری اور میرے بھائی کی  
مغفرت کر، اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل

الرَّاحِيَيْنِ (الاعراف - ع ۱۸) فرما، اور تو توبہ رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم ہے۔

ایسے ہی ایک موقع پر آپؐ اپنے رب کی خیر الغافرینی کا واسطہ دے کر اس سے دعا اپنی اور اپنی ساری اُمت کی مغفرت کی کرتے ہیں۔

(۲۵) تَضَلَّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ وَبَيْنَكَ خَاغِفِرْنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَدِيرُ الْغَفِيرِينَ (الاعراف - ع ۱۹)

(ایسے امتحانوں سے) تو جسے چاہے گمراہی میں ڈال دے، اور جسے چاہے ہدایت پر قائم رکھے، تو ہی تو ہمارا مولیٰ ہے، تو ہی ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر۔ اور تو ہی بہترین مغفرت کرنے والا ہے۔

حضرت یونسؑ کا شمار بھی بڑے پیغمروں میں ہے۔ آپؑ کی مناجات و استغفار کا مذکور قرآن مجید میں دو جگہ ہے۔ پہلی باریوں کہ

(۲۶) وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا وَقَطَّنَ أَنْ لَنْ تُفْعَلَ عَلَيْهِ فِتْنَتِي فِي الظُّلُمَاتِ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الانبیاء - ع ۶)

اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے، جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے اور ادبیر سمجھے کہ ہم ان پر گرفت نہ کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیروں کے اندر سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں قصور دار ہوں۔

دوسری جگہ آپؑ کا نام لے کر ذکر کرنے کے بعد ہے،

(۲۷) قَالَتْقَمِهِ الصُّوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۚ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسْتَجِيبِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (الشُّفَّت - ع ۵)

پھر انہیں مچھلی نکل گئی، اس حال میں کہ وہ اپنے کلمات کر رہے تھے تو اگر وہ تیسع کرنے والوں میں نہ ہوتے وہ قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔

یہاں گویا یہ بھی بتا دیا کہ ان پیمرِ برحق کو بطنِ ماہی کی قید سے رہائی جو ملی، وہ اسی تسبیح و استغفار ہی کی برکت سے ملی۔

حضرت داؤد کا جو مرتبہ پیمریوں میں ہے، وہ معلوم و معروف ہے آپ کے تذکرہ میں ایک خاص واقعہ کے بعد آتا ہے۔

(۲۸) وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّهُ مَقْتُلُهُ فَاسْتَشْفَعَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا  
 اُناب۔ (ص۔ ۲۶) سے استغفار کیا، اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔

اور پھر ذرا آگے بڑھ کر حضرت سلیمان کی عادتِ رجوع و توبہ کا ذکر ہے۔  
 (۲۹) نَحْمُ الْعَبْدَ إِنَّهُ أَوَّابٌ۔  
 بڑے اچھے بندے تھے، کہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔ (ص۔ ۳۶)

یہ حضرت سلیمان، ایک بڑے دنیوی بادشاہ بھی تھے، اُن کے ذکر میں ہے کہ ایک بار جب اُن سے عبادت میں غفلت ہو گئی تھی تو معاس کا احساس ہوا،  
 (۳۰) فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ  
 اور آپ کہنے لگے ہیں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ پانچ بجایا۔ (ص۔ ۳۶)  
 اور آگے ذکر ہے کہ آپ نے عملاً اس کی تلافی فرمائی۔

حضرت ایوب کا صبر ایک حکایت مشہور ہے۔ آپ کی مناجات اور فریاد کا ذکر یوں آیا ہے۔

(۳۱) إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَتَىٰ مَسْحِي  
 جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان الشیطان بِنَصْبٍ وَعَذَابٍ۔ (ص۔ ۴۶)

میں نے تجھے رنج اور دکھ پہنچا دیا ہے۔



اور یہی تذکرہ دوسری جگہ دوسرے نفلوں میں۔

(۳۲) وَابْتَغِ الْوَسِيلَةَ إِلَىٰ رَبِّكَ إِذْ تَارَىٰ رَبَّهُ أَفَنُ  
مَسْنَىٰ الضَّرِّ وَأَنْتَ أَرْضُكَ الرَّاجِيْنَ۔  
اور ایوب کا تذکرہ کیجئے، جب انہوں نے اپنے  
پروردگار کو پکارا کہ مجھے دکھ پہنچ رہا ہے، اور  
تو توبہ سے بڑھ کر بہر مان ہے۔ (الانبیاء - ع ۶)

پھر ایک عام وصف ان کا وہی بیان ہوا ہے۔ جو حضرت سلیمان کا بیان ہو چکا  
ہے۔ یعنی بہ تعاضلے عبدیت، توبہ و رجوع کی عام عادت۔

(۳۳) نَحْمُ الْعَبْدَ إِنَّهُ أَرْابٌ۔  
وہ بڑے اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع  
ہونے والے تھے۔ (ص - ع ۴)

دوسرے پیروں کا ذکر ہو چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور امور میں ایک  
امتیاز حاصل ہے۔ اس خصوص میں بھی آپ ایک حیثیت خصوصی رکھتے ہیں۔ استغفار کا ہیں  
تو آپ کو حکم صریح ملا ہے۔ اور وہ بھی مطلق صورت میں، مثلاً  
(۳۴) وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ۔ (النساء - ع ۱۶) اپنے اللہ سے استغفار کیجئے۔

یا  
(۳۵) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔  
اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کیجئے، اور اس سے  
استغفار کیجئے۔ (النصر)

اور کہیں یہ حکم ونب کے ساتھ مقید و مضاف ہو کر ملا ہے مثلاً  
(۳۶) وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَنَبِيِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَنَبِيِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَنَبِيِّكَ  
اپنے قصور پر استغفار کیجئے اور شام و صبح (اپنے  
پروردگار کی) پاکی اور حمد بیان کیجئے۔  
(الہود - ع ۶)

یا پھر مثلاً

(۳۷) وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيَاكَ وَنَبِيِّكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ  
اپنے قصور پر استغفار کیجئے اور ایمان والوں اور

وَالْمُؤْمِنَاتِ - (عمہ - ۲۷) ایمان والیوں کے حق میں بھی۔

اور کہیں مغفرت و رحمت دونوں کی طلب ساتھ کرنے کا حکم ہوا ہے۔

(۳۸) وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ ذُنُوبِي وَارْحَمْنِي وَأَنْتَ

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ - (المومنون - ۶۷) مغفرت کر اور (مجھ پر) رحم کر، اور تو تو بہترین

مہربان ہے۔

کہیں یہ حکم ملا ہے کہ شیطان کے شر اور فتنہ سے پناہ مانگی جائے مثلاً

(۳۹) وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ

نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ - وسوسہ پہنچنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ

لیا کیجئے۔

(الاعراف - ۲۴۷)

اور انہیں لفظوں میں دوبارہ بھی یہی حکم ملا ہے ،

(۴۰) وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ

نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ - پہنچنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے۔

(حکم السجده - ۵۷)

اور کہیں یہی پناہ مانگنے کا حکم ان لفظوں میں۔

(۴۱) قُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ

هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ وَأَعُوذُ بِكَ

رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ - میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس سے کہ شیطان

میرے پاس بھی آئیں۔

(المومنون - ۶۷)

کہیں آپ کو یہاں تک ہدایت ہوئی ہے کہ معاصر کافروں پر عذاب کی امکانی آمد

سے بھی آپ اپنے لئے پناہ مانگیں۔

(۴۲) قُلْ رَبِّ إِنَّمَا تُرِيدُ بِي مَبِئُوتٍ

أَوْ قَوْلٍ مِّنْ عَذَابِ

آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار جس عذاب

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ کے دن کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے، اگر

(المومنون - ۶۷) تو مجھے دکھا دے تو اے میرے پروردگار

مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔

غرض استغفار کا ذکر، دوسرے پیروں کے سلسلہ میں بہ صورت حکایت واقعہ

کثرت سے آیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار واستعاذہ دونوں کا حکم بہ مراثت بار بار ملا ہے۔

## باب (۱۳)

# مخالفت، تکذیب و ایذا

پیغمبروں کا کام آسان کبھی نہیں رہا ہے۔ اُن کی نرمی، شفقت، اخلاص، نیک خوئی، صلح جوئی، فراست و حسن تدبیر کے باوجود یہ کبھی بھی نہیں ہوا ہے، کہ ان کی راہ تبلیغ ہموار اور بلار کاوٹ رہی ہو۔ تضحیک و تمسخر، قید و بند، زد و کوب سے اُن کا مقابلہ ہمیشہ کیا گیا ہے، بلکہ نوبت کبھی کبھی تو ان کے قتل تک کی آگئی ہے۔ اور یہ عموماً تخیل، کہ ان کی حفاظت کے لئے ہر وقت فرشتے تعینات رہتے تھے، جو انہیں کسی حال میں ضرر و گزند پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ واقعیت اور تاریخت سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ انبیاء سے مخالفت اور ان کی راہ میں مزاحمت شروع سے دنیا کا دستور چلا آ رہا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ معاملہ یہی مخالفت و معاندت کا پیش آتا رہا ہے۔ اور پیغمبروں کے خلاف افتراء و بہتان کوئی انوکھی بات ہرگز نہیں۔

① وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔

(الانعام - ۱۲۷)

کو، اور اس افتراء پر داری کو جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

اور بے دین، بے اعتقاد، منکرین آخرت اسی طریقے سے اپنے جتنے اور گروہ بنا بنا کر اپنے اسی شغل مخالفت انبیاء میں لگے رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ ادپر کی آیت کے معابعد اور اسی سے متصل ارشاد ہوا ہے۔

② وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ۔ (ایضاً)

تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ ان امور کے وہ بھی مرتکب ہو جائیں جن کے وہ ہوا کرتے تھے۔

ضد، ہٹ دھرمی اور جہود ان منکروں کے خمیر میں داخل رہے ہیں۔ جہاں ایک دفعہ کلمہ انکار کا ان کی زبان سے نکل گیا، بس اس پر جم جاتے۔ اور اس سے ہٹنا جانتے ہی نہیں۔ حضرت نوحؑ کے بعد کی تاریخ دعوت انبیاء سینے۔

③ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُحْضِينَ۔ (یونس - ۸۷)

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا۔ سو وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلایا تھا، یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے۔ ہم سرکشوں کے دلوں پر اسی طرح بند لگا دیتے ہیں۔

ایسی شدید مخالفتیں یہ منکرین اپنے اپنے زمانہ میں پیغمبروں کی کرتے آئے ہیں، کہ خود وہ انبیاء باوجود انتہائی پر امید اور مضبوط شخصیتیں رکھنے کے، یا یوں ہو ہو لگے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

④ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ط....

اور ہم نے آپ سے قبل مختلف بستی والوں میں سے جتنے بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی.... یہاں تک کہ جب پیغمبر یوں

اَنَّهُمْ قَدْ كَذِبُوا جَاءَهُمْ  
 اَنہیں یہ گمان گزرنے لگا کہ کہیں  
 اَنہیں سے غلط وعدہ تو نہیں ہوا، تو (اس  
 وقت) اہیں ہماری نصرت پہنچ گئی۔

پیامبروں سے تمسخر، منکرین کی عام عادت، ہر دور میں رہی ہے۔  
 ⑤ وَلَقَدْ اسْتَهْزِئُ بِرُسُلٍ  
 جو پیامبر آپ سے پیشتر ہو چکے ہیں، تمسخران کے  
 مِّنْ قَبْلِكَ۔ (الرعد - ۵۷) ساتھ بھی خوب ہو چکے ہیں۔

پیامبروں کی دعوت سے انکار، ان کے پیام کی حقیقت سے انکار، ان سے بات  
 بات پر مقابلہ، یہ ان معاندین کا شیوہ عام رہا ہے۔ قوم نوح، قوم عاد و ثمود کی تصرع  
 اور دوسری قوموں کے اجمالی ذکر کے بعد ارشاد ہوا ہے۔

⑥ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ  
 ان کے پیغمبران کے پاس نشانات لے لے کر آئے،  
 فَرَدَّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ  
 لیکن ان قوموں نے اپنے پیغمبروں کے منہ میں  
 وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ  
 اپنے ہاتھ دے دیئے اور کہنے لگے کہ جو حکم دیکر  
 وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ  
 تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس  
 اِلَيْهِ مَرْيَبٍ۔ (ابراہیم - ۲۷) امر کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہم اس کی طرف  
 بڑے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

بڑا اعتراض ان لوگوں کا اپنے پیغمبروں سے یہی رہا ہے کہ تم تو بس ہم ہی جیسے انسان  
 ہو، تو ہادی و رہبر کیسے ہو سکتے ہو؟ تم تو یہی چاہتے ہو، کہ ہمیں ہمارے دین آبائی سے  
 برگشتہ کر کے رہو۔

⑦ قَالَوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ  
 وہ بولے کہ تم تو ہم ہی جیسے ایک بشر ہو، یہ چاہتے  
 مِثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا  
 ہو کہ ہمارے باپ دادا جس چیز کی عبادت کرتے  
 عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاتُؤْنَسِلْطٰنِ  
 آتے ہیں۔ اس سے ہم کو روک دو۔ سو ہمیں کوئی

تَمِیْنِ - (ابراہیم - ۲۷) کھلا ہوا معجزہ دکھاؤ۔

پیام حق قبول کرنا الگ رہا، الٹی انہیں سے یہ فرمائش کرتے تھے، کہ تم اپنے دینِ جاہلی کی طرف واپس آ جاؤ، ورنہ ہم تمہیں شہر بدر کر کے رہیں گے۔

⑧ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلرَّسُولِ لَنْ تُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَنُخْذِلَنَّ فِي مِلَّتِنَا - (ابراہیم - ۳۷) اور ان کافروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے، یا یہ کہ تم پھر ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ۔

پیغمبروں کے ساتھ تمسخر، منکوبین کی ایک مستقل، مستمر عادت رہی ہے۔  
⑨ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۚ كَذَلِكَ نَسُفُّكَ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۚ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ - (الحجر - ۱۷) اور پیغمبروں میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا، جس سے انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔ اسی طرح ہم یہ تمسخر مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ دستور اگلوں سے چلا آ رہا ہے۔

استہزاء و تمسخر ان کے لئے گویا ایک جزو غیر منفک رہا ہے، جس کے نتیجے بھی برابر جھگڑتے رہے ہیں۔

⑩ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلِ هُنَّ قَبْلِكَ فَاَخَذَ بِالْذِّينِ سِجْرًا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ - (الانبیاء - ۳۷) اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی تمسخر ہوا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا، ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا، جس کا وہ تمسخر کرتے تھے۔

تکذیب ہر قوم کا شعار، اپنے پیغمبروں کے مقابلہ میں رہی ہے کئی ایک قوموں کو نام بنام ذکر کر کے ان کی یہی خصوصیت بیان کر دی گئی ہے۔

⑪ وَإِنْ يَكْذِبُ جُؤْثُكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ - اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کر رہے تو ان

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ  
وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَ  
أَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ مُوسَى -  
لوگوں سے پہلے قوم نوح و عاد و ثمود اور قوم  
ابراہیم و قوم لوط اور اہل مدین بھی تکذیب  
کر چکے ہیں۔ اور موسیٰ کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے۔

(الحج - ۶۴)

منکروں میں سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی دشمن نبی وقت کا پیدا ہوتا رہا ہے۔  
(۱۲) وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا  
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ - (الفرقان - ۳۴) سے بناتے رہے ہیں۔  
اور اسی طرح ہم ہر نبی کے دشمن مجرم لوگوں میں  
اس مخالفت میں پیش پیش ہر قوم کے بڑے لوگ ہوئے ہیں۔ انہیں کو اپنی مال و  
دولت اور اپنے جتنے بڑا گھمنڈ رہا ہے۔

(۱۳) وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ  
إِلَّا قَالُوا مُتْرَفُوهُمْ أَتَأْتِيَنَا أُرْسُلَتْهُمْ  
بِهِ كَافِرُونَ ○ وَقَالُوا ائِذَا نَحْنُ أَكْثَرُ  
أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ  
اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈر سنانے والا بھیجا  
تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم ان  
احکام کے منکر ہیں جنہیں دے کر تم کو بھیجا گیا ہے  
اور وہ بولے کہ ہم (تم سے) مال و اولاد میں بڑے  
کر ہیں اور ہم پر عذاب ہونا ہونا نہیں۔  
(السا - ۴۶)

بڑی بڑی ترقی یافتہ قومیں شدید مخالف اپنے پیغمبروں کی رہی ہیں۔  
(۱۴) وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَ  
مَا بَلَغُوا مَعْشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَلَئَئِنْ  
رُسِلُوا لَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ -  
اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ انہوں نے  
بھی تکذیب کی ہے، اور یہ (منکرین) تو اس  
سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے ہیں، جو ہم  
نے ان کو دے رکھا تھا۔ غرض انہوں نے میرے  
(السا - ۵۴)

رسولوں کی تکذیب کی۔ سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

رسول اللہ کی تسکین و تسلی کے موقع پر ارشاد ہوا ہے کہ آپ کی تکذیب کوئی نبی بتا



تھوڑے ہی ہے۔ یہ نوسلے پیمبروں کی ہوتی رہی ہے۔

(۱۵) وَإِنْ يَكْذِبُ بُولُكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ  
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ۔ (الفاطر - ۱۷) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں، تو آپ کے پیشتر بھی (سائے) پیمبر جھٹلائے جا چکے ہیں۔

بعض قوموں کا تو نام لے کر بتایا گیا، اور باقی یہ ارشاد ہوا کہ منکرین تو ہر دور میں اپنے پیمبروں کے مقابلہ میں دست درازی تک پر آمادہ رہے ہیں۔

(۱۶) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ  
وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ  
كُلُّ أُمَّةٍ بِرُسُولِهِمْ لِيَاخُذُوا  
وَجَادَ لُوَاِئِلْبَابِ لِيُدْخِلَهُمْ جَنَّاتٍ  
الْحَقِّ۔ (المومن - ۱۷) ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے بھی جو کہ ان کے بعد ہوئے جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحی کے جھگڑے نکلے، تاکہ اس ناحی سے حق کو باطل کریں۔

ایک بار پھر آپ کی تشفی کے لئے آیا ہے، کہ آپ کو جو خطابات منکروں سے مل رہے ہیں۔ یہ سب پرلنے پیمبروں کو بھی مل چکے ہیں۔

(۱۷) مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ  
لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ۔ (حم السجدہ - ۱۸) آپ کے لئے تو بس وہی کہا جاتا ہے، جو آپ کے پیشتر رسولوں کے لئے کہا جا چکا ہے۔

تمسخر و استہزاء سے استقبال تو ہر نبی کا ہوتا رہا ہے۔

(۱۸) وَهَآيَاتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا  
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔ (الزخرف - ۱۷) اور کوئی نبی ان کے پاس ایسا آیا ہی نہیں جس سے انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو۔

ہر قوم کے مالدار لوگ۔ پیمبروں کے مقابلہ میں، اپنے دین آبائی کی نصرت و حمایت پر اڑے رہے۔

(۱۹) وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ  
فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا  
اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیمبر نہیں بھیجا، کہ وہاں کے آسودہ حال

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ  
آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ..... قَالُوا إِنَّا  
بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ۔  
(الزخرف - ۲۴)

لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو  
ایک (خاص) مسلک پر پایا ہے اور ہم انہیں  
کے پیچھے چلے جا رہے ہیں..... اور بولے کہ  
ہم اس کو تو مانتے ہی نہیں جسے دے کر تمہیں  
بھیجا گیا ہے۔

اپنے پیروں کو ساحر و مجنون قرار دینا، قدیم قوموں کا شعار شروع سے چلا آ رہا ہے۔  
۲۰) كَذَّبَ لَكَ مَا آتَىٰ الَّذِينَ مِنْ  
قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ  
أَوْ مَجْنُونٌ ۝ آتُوا صَوَابَهُ بَلْ هُمْ  
قَوْمٌ طَاغُوتٌ۔ (الذاریات - ۳۴)

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان  
کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا، جس کو انہوں  
نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو، کیا اس کی ایک دوسرے  
کو دھیت یہ کرتے چلے آئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ  
لوگ ہٹی ہیں سرکش۔

تاریخی قومیں جتنی بھی ہوتی ہیں، سب ہی نے انبیاء اور وقت کی مخالفت و تکذیب  
کی ہے۔

۲۱) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ  
أَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادُ وَ  
فِرْعَوْنُ وَأَخْنَانُ لُوطٌ وَأَصْحَابُ  
الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ  
الرُّسُلَ۔ (ق - ۱۴)

اور ان لوگوں کے قبل قوم نوح اور اصحاب رس،  
اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور صحابہ  
ایکہ اور قوم تبع، (سب ہی) پیغمبروں کی  
تکذیب کر چکے ہیں۔

مشرکوں کی سمجھ میں یہ بات بھی کبھی نہ آئی، کہ کوئی بشر بشر ہو کر بھی رہنمائے بشر اور  
فرستادہ الہی ہو سکتا ہے۔ اصل مقابلہ اپنے پیغمبروں سے وہ اسی محاذ پر کرتے رہے۔  
اور اسی کے انکار و تردید میں لگے رہے۔

(۲۲) ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاتٰیهِمْ  
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشْرٌ  
یَّهْدٰ وَنَا فَاكْفَرُوْا وَاتَّوَلَوْا۔  
یہ اس لئے ہوا کہ ان (منکروں کے پاس جب  
ان کے پیغمبر نشانات لے کر آئے، تو یہ بولے کہ  
کیا ہماری ہدایت ایک بشر کرے گا؟ تو انہوں

(التغابن - ع ۱)

نے اس سے انکار کیا، اور روگرداں رہے۔  
ایک مختصر جامع فقرے میں پیغمبروں کی زبان سے ان تمام اذیتوں کی طرف اذیتوں  
کی طرف اشارہ کرایا گیا ہے، جو معاندوں کے ہاتھ سے انہیں ہر دور میں پہنچتی رہی ہیں۔  
ظالموں کو مخاطب کر کے ان صابر بزرگوں کی زبان سے ارشاد ہوا ہے۔

(۲۳) وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذٰیْتُمُوْنَا۔  
اور ہم تو صبر ہی کریں گے ایذا پر جو تم ہمیں پہنچاتے

رہے ہو۔

(ابراہیم - ع ۱)

سب سے بڑھ کر یہ کہ منکروں نے اپنے پیغمبروں کو قتل و ہلاک تک کر ڈالا، خود اپنے  
ہی قانون و ضابطہ کو توڑ کر۔ قرآن مجید نے یہ حکایت بار بار بیان کی ہے۔ خصوصاً قوم اسرائیل  
کے سلسلہ میں۔

اس قوم کی مسلسل بدکرداریوں اور نافرمانیوں کی تاریخ کے سلسلے میں ایک بار نہیں کئی  
بار برائے نام لفظی اختلاف کے ساتھ دایا گیا ہے، کہ

(۲۴) وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ بِغَیْرِ  
الْحَقِّ۔ (البقرة - ع ۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی)  
باطل و بے قصور قتل کرتے رہے ہیں۔

(۲۵) وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ بِغَیْرِ  
الْحَقِّ۔ (آل عمران - ع ۳۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی) باطل  
و بے قصور قتل کرتے رہے ہیں۔

(۲۶) وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ  
الْحَقِّ۔ (آل عمران - ع ۱۲۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی)

(۲۷) وَتَشَاقُّهُمْ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ

حقّی - (النساء - ۲۲) باخی دے قصور قتل کرتے رہے ہیں -

اور کہیں بہ طور حجت الزانی کے اسرائیلیوں سے سوال کیا گیا ہے اگر تم نبوت کے قائل رہے ہو -

(۲۸) فَلَمْ تَقْتُلُوْا اَنْبِیَاءَ اللّٰهِ - تو آخر انبیاء الہی کو قتل کیسے کرتے رہے ہیں -

(البقرہ - ۱۱)

اور کبھی اس صورت میں کہ

(۲۹) فَفَرِیْقًا کَذَّبُوْهُ وَفَرِیْقًا قَتَلُوْا - پیسروں کے ایک گروہ کی تم نے تکذیب کی،

(البقرہ - ۱۱) اور ایک گروہ کو قتل ہی کر ڈالا -

مجموعی طور پر وہ انبیاء کو سخت وعداوت کی طرح ہر بنے رہنا پڑتا ہے اس کا ذکر ہو چکا۔ اور اثبات مقصود کے لئے وہی بالکل کافی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں تصریحات اس سے بھی بڑھ کر مذکور ہیں۔ اور متعدد پیسروں کے نام لے کر اس ظلم و زیادتی کا ذکر آیا ہے، جو ان کی قوم والوں نے ان پر روا رکھی ہے -

حضرت نوحؑ کی مرتبہ تکذیب کی گئی،

(۳۰) فَلَمَّا بُوْءُ فَاَنْجَيْنٰہُ - (نوحؑ) کو ان کی قوم نے جھٹلایا، پھر ہم نے

(الاعراف - ۸) - (یونس - ۸) (نوحؑ) کو نجات دے دی -

اور ان کی قوم والوں نے زود در زود ان سے سخت گستاخانہ گفتگو کی،

(۳۲) فَقَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَمْلِكُ اِلَّا بَشْرًا مِّثْلَنَا وَمَا نُرْسِلُکَ اَتْبَعُکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ

(سے) بولے کہ ہم تم کو بس اپنا ہی جیسا ایک انسان دیکھتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی

انہیں لوگوں نے کی ہے جو ہم میں بالکل ذلیل ہیں اور وہ بھی بالکل ذلیل ہیں اور وہ بھی بالکل

عَلِیْنَا مِنْ فَسْلِ بَلْ لَنْظَلَمَنَّکُمْ لَیِّنَ -

سرسری۔ ادر تم ہم لوگوں میں کوئی بات بھی اپنے  
سے زیادہ نہیں پلٹے، اور ہم قوم کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

اور آخر میں انہوں نے آپ کو جیلخ بھی پورے گستاخانہ دم خم کے ساتھ کیا ہے۔

(۳۳) قَالُوا يَسُوءُ قَدْ جَاءَ لَنَا فَاكْتُوتُ  
وہ لوگ بولے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے  
اور بحث بھی بہت کر چکے، سو وہ (عذاب) ہم  
پر لے آؤ، جس کی دھمکی ہم کو دیا کرتے ہو، اگر  
سچے ہو۔ (ہود - ۳۷)

حضرت نوح نے خود بھی عاجز آ کر ان سے یہی کہا کہ اچھا تم کر گزرو، جو کچھ تمہارے بس

میں ہو۔

(۳۴) يَقْتُوهُمْ إِنْ كَانَ كِبَرُ عَلَيْهِمْ فَقَائِي  
اے میری قوم، اگر تم کو میرا دہنا اور احکام خدا کی  
کی نصیحت کرنا گراں گزرتا ہے۔ تو میرا اللہ ہی  
پر بھروسہ ہے، سو تم اور تمہارے شریک اپنی تدبیر  
پختہ کر لیں، پھر وہ تدبیر تم میں سے کسی پر مخفی  
نہ رہے، پھر اسے میرے ساتھ کر گزند، اور مجھے  
إِلَٰهٌ وَلَا تُظْهِرُونَ۔ (یونس - ۸۷)

مہلت نہ دو۔

آپ پر ایمان، آپ کی قوم میں سے بس کچھ ہی لوگ لائے۔ باقی سب تکذیب و انکار

ہی میں مبتلا رہے۔

(۳۵) وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ۔ اور ان کے ساتھ کوئی بھی ایمان نہ لایا بجز تھوڑے

سے آدمیوں کے۔

(ہود - ۴۷)

پھر جب آپ کو طوفان و سیلاب سے بچنے کے لئے کشتی بنانے کا حکم ہوا، تو آپ کی

قوم کے بڑے لوگ جب اُدھر سے گزرے، تو اُلٹی آپ پر ہنسی کرتے۔

(۳۶) وَكَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ هَلًا مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ - رَايَا: گزرنے، توان سے مسخرہ بن کرتے۔

آپؐ بہ جنیت مجبوی، اپنی قوم کے ہاتھ سے سخت بلا میں مبتلا رہے بالآخر وہ سب بکرہ دار و کذب غرق ہوئے، اور آپؐ کو گروہ مومنین کے ساتھ نجات حاصل ہوئی۔

(۳۷) فَجَعَلْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ وَلَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا سَوِيًّا فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ - (الانبیاء - ۷۶) تو ہم نے نوحؑ کو اور ان ساتھیوں کو بڑے دکھ سے نجات دیا اور ہم نے ان کا انتقام ایسے لوگوں سے لے لیا، جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے رہتے تھے۔ اور وہ بہت بُرے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

قوم کے بڑے لوگوں نے عجب عجب سفیہانہ اعتراضات آپؐ کی ذات پر رد رکھے۔ اور اس کے آپس میں خوب چرچے کئے۔

(۳۸) فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جَنَةٌ فَنَسَآءُ بِهِ حَتَّى حِينٍ - (المومنون - ۲۷) ان کی قوم کے سرداروں میں سے جو کافر تھے، وہ بولے کہ یہ شخص اور ہے کیا، بحر اس کے کہ تمہارا ہی سا ایک بشر ہے۔ چاہتا ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔ اور اگر خدا کو واقعی منظور تھا، تو فرشتے ہی نہ آتا۔ ہم نے تو یہ بات (کبھی) اپنے اگلے بڑوں میں سنی نہیں۔ یہ تو بے لک شخص ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔

اور آپؐ سے کلمہ کھلا حقارت کے ہجھ میں کہا۔

(۳۹) قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ لَكَ وَاتِّبَاعَكَ الْأَرْدُونِ - (الشعراء - ۶۷) کیا ہم ایمان لائیں تم پر، اور تمہارے ذلیل پیروؤں پر؟

آپ کی قوم آپ کی پوری تکذیب، تفضیح و توہین پر مبنی رہی۔

(۲۰) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ  
فَكَذَّبُوا عَبْدًا نَادَىٰ تَوَّاعًا جُنُودُ  
وَازْدَجَرَ - (القمر - ۱۴)

ان لوگوں سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی یعنی  
ہمارے بندہ (خاص) کی تکذیب کی۔ اور کہا  
کہ یہ مجنون ہیں۔ اور (نوح کو) دھمکی دی گئی۔

آپ نے عمرطوں ترین پانی۔ اسی کے لحاظ سے آپ کو مدت تبلیغ بھی ملی۔ لیکن نتیجہ  
آپ کی ساری دسویں مشقت کا کچھ بھی نہ نکلا۔ گو آپ نے کوئی دقیقہ خفیہ و علانیہ تبلیغ کا اٹھا  
نہ رکھا۔

(۲۱) قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا  
وَلَمَّا آرَأَاهُمْ فَلَمَّ يَزِدُّهُمْ دُعَاوَىٰ  
إِلَّا فِرَارًا ۚ وَإِنِّي مُكِّمٌ دَعْوَتَهُمْ  
لِنُخْرِفَ لَهُمْ جَحَلُوا أَصَابَهُمْ فِي  
أَذَانِهِمْ وَاسْتَعْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا  
وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَارًا - (نوح - ۱۴)

(نوح نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں  
نے اپنی قوم کو دعوت رات میں بھی دی اور دن کو  
بھی۔ لیکن میری دعوت پردہ اور زیادہ ہی بھاگتے  
رہے اور جب جب میں نے انہیں دعوت دی، تاکہ  
تو انہیں بخش دے، تو ان لوگوں نے اپنے کانوں  
میں انگلیاں دے لیں۔ اور اپنے کپڑے (اپنے  
اوپر پھیلے اور اڑے رہے۔ اور بڑی ہی  
اپنی بڑائی جتائی!

یہ سرکش و شامت زدہ لوگ اپنے پیغمبر سے برابر مقابلہ ہی کرتے گئے۔ اور آپ کو  
مجبوراً بارگاہ الہی میں یوں عرض کرنا پڑا۔

(۲۲) رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا  
مَنْ لَّمْ يَزِدْكَ مَالَةً وَلَدَكَ إِلَّا  
خَسَارًا ۚ وَكَفَرُوا وَكَفَرُوا كِبَارًا - (نوح - ۲۴)

کہ اے میرے پروردگار، ان لوگوں نے میری  
نافرمانی (ہی) کی، اور پیروی ایسوں کی کرتے  
رہے، جن کے مال اور اولاد نے انہیں اور  
نقصان پہنچایا اور انہوں نے بڑی بڑی چالیں

جل ڈالیں۔

پیغمبروں کا حکم مثالی و معیاری ہوتا ہے۔ لیکن ہر بشری قوت و صلاحیت کی طرح، حکم کی بھی ایک عدد نہایت ہوتی ہے۔ آخر جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قوم کے غنڈے اور بد معاش آپ کو آزار جسمانی دے کر آپ کا کام ہی تمام کر ڈالنے پر آگئے۔ چنانچہ وہ لوگ۔  
 (۲۳) قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يٰسُوْمٌ بُولَے کہ اے نوح اگر تم باز نہ آئے، تو غور و ہی لکھو نوحؑ مِّنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ۔ سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

(الشعراء - ۶۷)

تو مجبور و مضطر ہو کر آپ کو بھی ان کے حق میں دعائے بدر کرنا پڑی۔

(۲۴) قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا۔  
 (نوحؑ نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھے جھٹلاتے ہی چلی جا رہی ہے تو تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے۔  
 (ایضاً)

(۲۵) فَادْعَارَبِّہٖ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ (القم - ۲۷)  
 (نوحؑ نے) اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں در ماندہ ہوں۔ تو تو ہی انتقام لے لے۔

(۲۶) قَالَ رَبِّ اَنْصُرْنِیْ بِمَا کُنْتُ بِوٰی۔ (المومن - ۲۷)  
 (نوحؑ نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار، تو بدلہ لے لے، کہ یہ مجھے جھٹلاتے ہی جاتے ہیں۔

(۲۷) وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا۔  
 (اے میرے پروردگار) ان نافرمانیوں کی گراہی اور بڑھاپی دیجیو۔  
 (نوحؑ - ۲۷)

(۲۸) وَقَالَ نُوْحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فِیْ الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِيْنَ ذِیَّارًا۔ (ایضاً)  
 (نوحؑ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار ان کافروں میں سے ایک بھی زمین پر بسنے دانائت چھوڑو۔ اور ان نافرمانوں کی ہلاکت و بڑھاپی دیجیو۔  
 (۲۹) وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبٰرًا۔ (ایضاً)

نوحؑ کے بعد ایک قدیم ترین نبی جلیل حضرت ابراہیم خلیلؑ گزرے ہیں آپ کی دعوت



توحید کا جواب آپ کی قوم نے یہی دیا، کہ انہیں مار ڈالو، یا آگ میں جھونک دو۔

(۵۰) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ۔  
ان کی قوم کا تو یہی جواب تھا، کہ آپس میں بولے  
کہ انہیں مار ڈالو یا انہیں (آگ میں) جلا دو۔

(العنکبوت - ۳۷)

اور تو اور خود آپ کے والد بھی آپ کی جان کے لاگو ہو گئے، اور بولے تو یہ بولے۔

(۵۱) أَرَأَيْتَ إِنْ كُنْتَ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ أَرَأَيْتَ إِنْ كُنْتَ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ أَرَأَيْتَ إِنْ كُنْتَ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ  
اے ابراہیم، کیا تم میرے معبودوں سے پھر  
ہوئے ہو؟ اگر تم باندہ آئے تو میں تم پر پتھر اڑاؤں گا  
کر دوں گا۔ اور تم مجھ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے

دور رہو۔

قوم نے بالآخر یہی طے کیا، کہ آپ کو جلتی آگ کی بھٹی میں ڈال دیا جائے کہ پوتاؤں  
کی حمایت و نصرت کا یہی ایک طریقہ ہے۔ چنانچہ اس پر عمل بھی کیا۔ گو آپ کو اللہ نے  
اپنی قدرت سے محفوظ رکھا، اور منکرین اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔

(۵۲) قَالُوا احْرَقُوهُ وَالْصُّورُ وَالْهَنَاقُ  
وہ لوگ بولے کہ ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے  
دیتاؤں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ ہم  
نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور باعث سلامتی  
ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ابراہیم  
کو زندہ بچا ناچا، تو ہم نے انہیں کوٹا کا کر دیا۔  
(الانبیاء - ۵۷)

آپ کے بھتیجے لوط نبی تھے۔ ان کا استقبال بھی حسب معمول تکذیب ہی سے ہوا۔  
(۵۳) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِآلِ التَّوْحِيدِ۔  
قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی۔

(القمر - ۲۷)

اور آپس میں یہ ٹھانی کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔

(۵۴) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُو آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ۔  
 ان لوگوں کے پاس بس یہی جواب تھا کہ آپس میں کہنے لگے، کہ لوط والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف ہتھ ہیں۔

(النمل - ع ۴)

اور اپنے اس مطالبہ اخراج از وطن کو آپ کے سامنے پوری ڈھٹائی سے پیش کیا۔  
 (۵۵) قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تُنْتَهَ يَلُوطَ لَنَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ۔  
 وہ لوگ بولے کہ اے لوط اگر تم باز نہ آئے، تو ضرور تم جلا وطن ہو کر رہو گے۔

(الشعرا - ۹۷)

پیغمبر کی عزت و تکریم کیا معنی، آپ کی امت کے لوگ برابر آپ کی توہین و تفضیع پر تلے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک بار جب آپ کے ہاں کچھ مہمان خوش شکل لڑکوں کی صورت میں آئے اور آپ کے اوباش صفت ہم قوم آپ کے پاس یلغار کر کے آئے۔ تو آپ نے اپنی زبان سے فرمایا بھی یہی۔

(۵۶) قَالَ إِنَّا هُمْ ذُرِّيَّةٌ مِّنْ لَّدُنِّي فَلَآ تَقْضُحُوْنَ۔ وَالْقَوْمُ لِلّٰهِ وَالْمُحْزَنُونَ۔  
 آپ نے کہا کہ یہ تو میرے مہمان ہیں تو تم مجھے فضیحت نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے روا

نہ کرو۔

(الحجر - ع ۷)

قدیم پیغمبروں میں سے ایک حضرت ہود ہوئے ہیں۔ جو قوم عاد کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپ کی بھی دعوت کا بواب قوم کی طرف سے تکذیب اور گستاخانہ تکذیب کی صورت میں ملا۔ چنانچہ وہ بولے۔

(۵۷) إِنَّا لَنَرُكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكََاذِبِينَ۔ (الاعراف، ۹۷)  
 ہم تو تم کو بے عقلی میں دیکھتے ہیں اور تم کو بے شک جھوٹوں میں سمجھتے ہیں۔

بلکہ وہ دیدہ دلیری سے بولے۔



مِنَ الْمُرْسَلِينَ - (الاعراف ۱۰۷) کی دھمکی دیتے ہو، وہ لے آؤ نہ اگر تم (واقعی)

پیغمبر ہو۔

پہلے بے یقینی اور استعجاب سے آپ کی دعوت کو سنا اور بولے تو یہ بولے کہ ہمیں تو اس کا یقین ہے ہی نہیں۔

(۶۳) قَالُوا يَصْلِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّ لَنَا فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مَرِيبٌ - (ہود - ۶۷)

بولے، اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں بڑے ہونہار تھے۔ کیا تم ہم کو ان معبودوں کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں۔ اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو، ہم تو اس کی طرف سے بڑے شک اور تردد میں

پڑے ہوئے ہیں۔

پھر گستاخانہ انکار میں اور ترقی ہی ہوتی گئی۔

(۶۴) قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بَآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ - (الشعراء - ۸۷)

بولے کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا، تم تو بس ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہو۔ کوئی معجزہ لے کر آؤ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔

(الشعراء - ۸۷)

ان کی گستاخیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔

(۶۵) قَالُوا أَطِيعُوا نَارَكُمْ وَابْعَثُوا فِي مَقَلَّكُمْ رَجُلًا يَخْبِتُ مِنكُمْ كَمَا خَبِيتُمْ مِنَ الْمَرْءِ الضَّالِّينَ - (النمل - ۲۷)

بولے کہ تم ہم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منجوس ہی سمجھتے ہیں۔

اپنی والی چالیں طرح طرح کی اپنے پیغمبر کے مقابلہ میں چلے۔ یہاں تک کہ خدائی تدبیر نے بالآخر ان کا قلع قمع کر دیا۔

(۶۶) وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ يَحِالُونَ - (ہود - ۶۷)

اور وہ بھی ایک چال چلے۔ اور ہم بھی ایک چال

مَكَرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ (النمل ۷) چلے۔ ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔

پیغمبر کے مقابلہ میں تکذیب کے ساتھ ساتھ ان کی زبان کی بد لگائی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔  
 (۶۷) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ فَقَالُوا ابْشِرْنَا مِنَّا وَاحِدًا اَنْتَ بَعْدَ اِنَّا اِذَا لَغِي ضَلٰلٍ وَ سُعِرٍ ؕ اَلَيْسَ الَّذِیْ ذِکْرُ عَلَیْهِ مِنْ بَیِّنٰتٍ اَبْلٰ هُوَ كَذَابٌ اَشْرٌ۔  
 ثمود نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور بولے کہ کیا ہم ایسے شخص کی پیروی کرنے لگیں جو ہماری ہی جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے۔ ایسا ہوا تو ہم بڑی ہی غلطی اور جنون میں پڑ کر گر رہے کیا ہم میں وحی بس اسی پر نازل ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ شخص بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔ (القمر۔ ۲۷)

آخر ایک اونٹنی بہ طور معجزہ کے ان کے سامنے لائی گئی۔ اس کی قدر انہوں نے یہ کی، کہ  
 اَلَا اَمْسٰی کَوْزَنَ کَرْدَالَا، اور اسی کے ساتھ اپنا خاتمہ بھی بلالیا۔

(۶۸) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰهَا اِذَا بُعِثَ اَسْقٰفُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةٌ اَللّٰهِ وَ سُقِیْهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا قَدْ مَدَمَر عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا۔ (الشمس)

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر تکذیب کی، جبکہ اس قوم کا سب سے بڑا بد ذات اٹھ کھڑا ہوا۔ اس پر اللہ کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا لیکن انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا، اور اس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تو ان کے پروردگار نے اس

معصیت کے سبب ان پر ہلاکت نازل کی۔ اور اسے ان پر پھیلا دیا۔  
 ایک قدیم پیغمبر حضرت شعیبؑ ہوئے ہیں جن کی بعثت مدین والوں کی طرف ہوئی تھی۔ آپؑ کی قوم بھی وہی ہی منکر و مکذب و معاند نکلی۔ زعم و استکبار کے ساتھ یہ لوگ بولے کہ ہم تمہاری ہستی ہی کیا سمجھتے ہیں تمہارے قبیلہ کا تھوڑا بہت لحاظ ہے، ورنہ ہم تو تمہیں سنگسار کر کے چھوڑتے۔

(۶۹) قَالُوا اِشْعَبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا  
مِمَّا نَقُولُ وَاِنَّ لَكَ فِينَا ضِعْفًا  
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَهْنَا وَمَا اَنْتَ  
عَلَيْنَا بِحَزِيْزٍ - (ہود - ۸۷)

وہ بولے کہ اے شعیب، تمہاری کہی ہوئی باتیں  
بہت سی تو ہماری سمجھ میں آتی نہیں اور تم کو اچھے  
درمیان میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے کنبہ  
کا پاس نہ ہوتا تو ہم تو تم پر پتھراؤ کر چکے ہوتے  
اور تم کچھ ہم پر زبردست تو ہونہیں۔

کبھی اس سنساری کے علاوہ، دھمکی جلاوٹی کی بھی ملتی۔

(۷۰) لَنُخْرِجَنَّكَ اِشْعَبُ وَالَّذِيْنَ  
اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قُرَيْبَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدَنَّ  
فِيْ مِلَّتِنَا - (الاعراف - ۷۷)

اے شعیب، تم تم کو اور تم پر ایمان لانے والے  
تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال کر رہیں  
گے۔ نہیں تو تم ہمارے مذہب کی طرف واپس  
آ جاؤ۔

اور کبھی یہ کہنے لگتے، کہ تم اچھے خالص سحر زدہ ہو، اور ہمارے ہی جیسے بس ایک بشر۔  
اور اگر ایسے ہی بڑے سچے ہو۔ تو لاؤ۔ یہ کرو کہ آسمان ہمارے اوپر پھٹ پڑے۔

(۷۱) قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ  
وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نُّظُنُّكَ  
لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كُفْرًا  
مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ - (الشعراء - ۱۰۷)

بولے کہ تم تو جادو کے ماہر ہوئے ہو، اور جبرائیل  
کے اور ہو کیا کہ ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔ ہم تو  
تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ اور اگر سچے ہو، تو ہمارے  
اوپر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا کر دکھاؤ۔

غرض گستاخوں، بدزبانوں، بدسلوکیوں کا کوئی دقیقہ ایسا نہیں جو بزرگوں کے بزرگ  
پیغمبروں کے حق میں بالائقوں نے اٹھا رکھا ہو،  
حضرت موسیٰ کو سلسلہ انبیاء میں جو امتیاز خصوصی حاصل ہے، اس سے کون ناقص  
ہے؟ لیکن آپ کی جو شدید مخالفت ہوئی ہے۔ وہ بھی ایک معلوم و معروف تاریخی حقیقت

ہے۔ قرآن مجید نے بھی اُسے بڑی وضاحت و تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آپؐ کو جس وقت منصبِ پیغمبری تفویض ہو رہا ہے۔ اور معجزات عطا ہو رہے ہیں، آپؐ کی طبیعت اسی وقت کھٹکی۔ اور بجائے اس کے کہ آپؐ کو اپنے پیغمبرانہ اقتدار پر غم و اعتماد ہو جاتا، کہ اب جو کچھ بھی چاہوں گا، فرشتوں کے ذریعہ کرا لوں گا، اُلٹے آپؐ نے بارگاہِ باری میں عرض و معروض کرنا شروع کر دی۔

(۴۲) قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّدَ بُؤْنٍ - (الشعر - ۲۷) عرض کی کہ اے پروردگار! مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

(۴۳) إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَلِّدَ بُؤْنٍ - (القصص - ۲۷) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

(القصص - ۲۷)

اور اسی تکذیب و مخالفت کے ڈر سے، نیز اپنی قابلیتِ تبلیغ میں کمی محسوس فرما کر آپؐ نے درخواست بہ طور اپنے رفیقِ کار کے اپنے بھائی ہارونؑ کی بھی پیغمبری کے لئے پیش کر دی۔

(۴۴) وَيُضِيقُ صُورِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ - (الشعر - ۲۷) میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔ تو تو ہارون کے پاس بھی جی بھیج دے۔

(الشعر - ۲۷)

(۴۵) وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي - (الشعر - ۲۷) میرے بھائی ہارونؑ کی زبان مجھ سے زیادہ روا ہے۔ تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ

رسالت دیدے کہ وہ میری تصدیق کریں۔

بلکہ آپؐ کو تو اندیشہ اس کا بھی تھا کہ وہ لوگ آپؐ کو ہلاک ہی کر دیں گے۔

(۴۶) قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ - (القصص - ۲۷) عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میں نے ان میں سے ایک شخص کا خون کر دیا تھا۔ سو مجھے اندیشہ

ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

(۷۷) وَلَبِعَدْلٰی ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْا - (الشعراء - ۲۷) میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے، سو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

بلکہ موسیٰ و ہارون دونوں پیغمبروں نے مل کر بھی یہی عرض کیا ہے۔

(۷۸) قَالَا رَبَّنَا اِنَّا نَخَافُ اَنْ یَفْرَطَ عَلَیْنَا اَدُوُّاَنْ یَّطْفِیْ - (طہ - ۲۷) دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ (فرعون) ہم پر زیادتی کر بیٹھے یا یہ کہ وہ زیادہ شرارت کرنے لگے۔

بہت سے پیغمبروں کے بعد جب حضرت موسیٰ و ہارون کی بعثت قوم فرعون کی طرف ہوئی، تو ان سرکشوں نے بجائے قبول حق کے، ان کی دعوتِ توحید کا جواب اسی طرح دیا، جیسے مشرک قومیں برابر دیتی چلی آتی ہیں۔

(۷۹) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِھُمْ مُوسٰی وَهَارُوْنَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلٰٓئِہٖ بِآیٰتِنَا فَاَسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمٰیْنَ - (یونس - ۸۷) ان (پیغمبروں) کے بعد ہم نے موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے ان کے اظہارِ کیا اور یہ لوگ تھے ہی مجرم۔

(۸۰) وَاِنْ لِّصِبْھِمْ سَیِّئَةٌ یَّطٰیروْنَ بِمُوسٰی وَ مَنۢ مَّعَہٗ - (الاعراف - ۱۶۷) ان فرعونوں نے بجائے برکت کے انہیں سختی کا الزام ان مقدس ہستیوں پر لگا دیا۔ اور انہیں جب کوئی بد حالی پیش آجاتی تو غصت میں موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی بتلاتے۔

اور حضرت موسیٰ سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم چاہے جیسے عجائب ظاہر کرو۔ تم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ اور ان عجائب کو وہ سحر کاری کا ثمرہ تو سمجھتے ہی تھے۔

(۸۱) وَقَالُوْا اَمْھُمَا تَاْتٰہٗ مِنْ اٰیۃٍ لِّسَحَرٰۤیْنِ ہَاھُمَا نَحْنُ لَکَ وہ بولے کہ تم کیسا ہی عجوبہ ہمارے سامنے لاؤ۔ جس کے ذریعہ اپنا جادو ہم پر چلاؤ، تم تم پر



بَنُو مِیْنِیْن - (ایضاً) ایمان لانے کے نہیں۔

اور فرعون کو تو یہ کہہ دینے میں ذرا تاویل نہ ہوا، کہ تم جادو زدہ ہو۔

(۸۲) فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ یَمُوسٰی مَسْحُوْرًا (یعنی اسرائیل - ع ۱۲) سمجھتا ہوں کہ تم جادو زدہ ہو۔

اور اس نے منصوبے اس کے باندھے کہ ساری قوم اسرائیل کو بہ شمول ان کے پیر حضرت موسیٰ کے اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

(۸۳) فَأَرَادَ أَنْ یَسْتَفِیْذَ مِنْ الْأَرْضِ - (فرعون نے) چاہا کہ ان لوگوں کے قدم اس زمین سے اٹھا ڈرے۔ (ایضاً)

آپ کے ہاتھوں خوارق، معجزات، سب کچھ صادر ہوتے رہے۔ فرعون کی طرف سے تکذیب و انکار ہی جاری رہا۔ اور وہ اپنی اسی رائے پر مصر رہا کہ کیسا حق و پیام حق، موسیٰ سحر کے زور سے میری حکومت اٹھا ڈنے ہی کو آئے ہیں۔

(۸۴) وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آیٰتِنَا كُلَّهَا فَلْذَبَّ وَابَّ قَالَ آجِئْتَنَا لِنُخْرِجَنَّكَ مِنْ آرَضِنَا بِسِحْرِكَ یَمُوسٰی - اور ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھا ڈالیں، لیکن وہ جھٹلاتا ہی رہا۔ اور انکار ہی کرتا رہا۔ اور بولا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک جادو کر کے نکال دو۔ (ظہ - ع ۳)

فرعونیوں نے آپ میں ٹھہرائی تو بس یہی کہ موسیٰ وہاں دوں دونوں جادوگر ہیں۔ اور یہی چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ملک سے بے دخل کر ہی دیں اپنے جادو کے زور سے۔

(۸۵) قَالُوا إِن هٰذِیْنَ لَمَجْرَابِ یُرِیْدُنَ أَنْ یُخْرِجَکُمْ مِنْ أَرْضِکُمْ بِسِحْرِہِمَا وَیَدَّہُمَا بِطَرِیْقَتِکُمْ السُّمْلِی - (ظہ - ع ۳) بولے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے اپنے طور طریقے مٹا کر ہی رہیں۔

اپنی قوت و اقتدار کے گمخند میں فرعون نے ہر سنی ان سنی کر دی اور پیسہ برحق کو سحر زدہ  
یا جنون زدہ ہی کہتا رہا۔

(۸۶) قَتَوْنِي بِرُكْنَيْهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ  
فِرْعَوْنُ ابْنِي قُوت (کے زعم) میں ان سے پھر گیا  
اور بولا کہ (موتی) یا ساحری یا مجنون۔ (الذاریات - ۲۴)

غرض یہ کہ اس نے رسولؐ برحق کی ہر طرح مخالفت ہی کی۔

(۸۷) قَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُوْنَ -  
غرض فرعون نے رسولؐ کی نافرمانی ہی کی۔

(الزمل - ۱۴)

اور آپؐ کی بات کی تصدیق کرنا کیا معنی، اُلٹے اس نے آپؐ کو ناشکر گزار کر گٹھنے دیئے۔

(۸۸) قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلَدًا  
لَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ وَفَعَلْتَ  
فَعَلَتِكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَاسْتَ مِنْ  
الْكَافِرِينَ - (الشعراء - ۲۴)

وہ بولا کہ کیا ہم نے تم کو اپنے ہاں پرورش نہیں  
کیا، اور تم اپنی عمر میں برسوں ہمارے درمیان  
رہا سہا نہیں اور تم نے وہ حرکت بھی کی جو  
کافروں کی تھی۔ اور تم بڑے ناشکر ہو۔

آپؐ کی تقریر توحید اس نے اپنے درباریوں کو سنوائی۔ اور طنز سے کہا کہ ذرا ان  
کی سنو!

(۸۹) قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ اَلَا تَسْمَعُونَ -  
اپنے گرد و پیش والوں سے بولا کہ تم (ان کی)  
سننے ہو؟ (الشعراء - ۲۴)

اور ان لوگوں کے سامنے بھی اپنی تشخیں، جنون موسوی کو دہرایا۔

(۹۰) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمْ الَّذِي اُرْسِلَ  
اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ - (الصفّٰ)

وہ کہنے لگا کہ یہ تمہارے رسولؐ جو تمہاری  
بھیجے گئے ہیں۔ مجنون ہیں۔  
اور پھر پلٹ کر حضرت موسیٰؑ سے بولا کہ خبردار، جو تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا  
معبود بنایا، تو تمہیں جیل ہی میں بند کر دوں گا۔

(۹۱) قَالَ لَبِنُ اتَّخَذْتُ إِلَٰهًا غَيْرِي لَا جَعَلْتَنكَ مِنَ الْمُسْجُونِينَ۔  
 بولا، کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا  
 تو میں تمہیں جیل ہی بھیج دوں گا۔  
 (الشعراء - ۲۷)

اور جب آپؐ نے اس کی فرمائش پر عصا اور ید بیضہ کے معجزے بھی دکھائیے، جب  
 تو اس کو آپؐ کے ماہر فن سحر ہونے کی جیسے ایک اور دلیل ہاتھ آگئی۔ اور اپنے درباریوں  
 سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(۹۲) قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۖ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَا ذَاتَا مُرَدُّنَ۔ (الشعراء ۳۷)  
 اپنے گرد و پیش کے درباریوں سے کہا کہ ہو،  
 یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ  
 اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے  
 نکال ہی دے۔ تو اب بناؤ تمہارا مشورہ کیا؟  
 اور ایک فرعون کیا معنی، سارے فرعونوں کی یہی تشخیص رہی، کہ پیام موسیٰ کسی  
 گہرے سحر ہی کا نتیجہ ہے۔

(۹۳) قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّقْتَرَىٰ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ۔ (القصص - ۴۷)  
 وہ لوگ بولے کہ یہ تو بس گڑھا ہوا سحر ہی ہے اور  
 ہم نے (آج تک) اپنے باپ دادا سے تو کبھی یہ  
 سنا نہیں۔

آخر طیہ پایا کہ دعوت موسیٰ سے مقابلہ کے لئے وقت کے سب سے زیادہ مؤثر  
 حربے کو کام میں لایا جائے۔ یعنی ماہر ان فن سحر کی مدد بھیڑان پیمبران برحق سے کرادی جائے  
 اور فرعون نے اس کا انتظام شروع کیا۔

(۹۴) فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدًا ثُمَّ أَتَىٰ۔ (طہ - ۳۷)  
 پھر فرعون پلٹا، پھر اپنی چال کا سامان درست  
 کرنا شروع کیا۔ پھر آیا،  
 آپس میں یہ لوگ بولے کہ بس اب یہ معرکہ سر کر لو۔

۹۵) فَاجْمَعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اُتُوا صَفًّا وَقَدْ اَخْلَعَ الْيَوْمَ مِنْ اَسْتَعْلٰی۔  
اب مل جل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو، اور صف بستہ ہو کر آؤ۔ اور آج بھلا اسی کا ہو گا۔ جو غالب رہے گا۔ (طہ - ۳۷)

پیغمبر برحق نشان پر نشان دکھاتے رہے، لیکن فرعون برابر انکار کرسی و استکبار اور اپنے دعویٰ ربوبیت پر اڑا رہا۔ اور موسیٰ سے مقابلے کا پورا سامان کئے گیا۔

۹۶) فَارَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرٰی فَكَذَّبَ وَعَصٰی ثُمَّ اَدْبَرَ كَيْسٰی فَنَادٰی فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْمٰی۔  
پھر (موسیٰ نے) اُسے بڑی نشانی دکھائی، تو بھی وہ جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا۔ پھر وہ کوشش کرتا ہوا پھر گیا، پھر اس نے (لوگوں کو) جمع کیا اور پکار کی، اور کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعظم ہوں۔ (الناضات - ۱۷)

اہل دربار نے مشورہ دیا کہ ان دونوں داعیوں کو کچھ دن کے لئے مائے رکھئے اور اس درمیان میں پیادوں کو بھیج کر مملکت عالی سے ماہرین فن سحر کو ان سے مقابلے کے لئے بلا لیجئے۔

۹۷) قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاةٌ وَاَبْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ یَاۡقُوْكَ بِکَلِّ سَحَّارٍ عَلَیْہِ۔ (الشعراء - ۳۷)  
انہیں اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں پیانے بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر جادو گروں کو آپ کے پاس لا حاضر کریں

جادو گروں کی ٹولی اکٹھی ہوئی۔ میدان بڑا گیا۔ مقابلہ میں ساحروں کو شکست فاش اور حضرت موسیٰ کو فتح میں حاصل ہوئی۔ جادو گر ہارے مان کر موسیٰ کے قدموں پر گر پڑے اور توحید کے قائل ہو گئے۔ فرعون اس پر بھی اپنی اُسی ضد پر قائم رہا۔ اور جادو گروں کو مخاطب کر کے بولا، کہ تم تو موسیٰ سے ملے ہوئے ہو اور انہیں کے چیلے۔

۹۸) اٰمَنْتُمْ لَہٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ اِنَّہٗ لَکَبِیْرٌ کُھ الَّذِیْ عَلَیْکُمُ السَّحَرُ فَلَسُوْا تَعْمٰوْنَ۔ (الشعراء - ۳۷)  
تم موسیٰ پر ایمان لے آئے قبل اس کے میں تمہیں اجازت دوں۔ ضرور یہ تم سب کا گروہ ہے جس نے تم کو جادو کی تعلیم دی ہے سو تمہیں ابھی

مزا معلوم ہوا جاتا ہے۔

اس مکر کو موسیٰ و اہل سحر کے علاوہ بھی شہنشاہ مصر و منظر خدا، فرعون نے ہر طرح اپنے غیظ و غضب کا مظاہرہ داعیانِ حق پر کیا۔

(۹۹) فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ خَشِيرِينَ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشُرُذَةٌ قَلِيلُونَ وَإِنَّهُمْ لَنَا غَائِطُونَ۔  
 پھر فرعون نے شہروں میں پیادے دوڑائے کہ  
 یہ لوگ (موسوی جماعت والے) ایک چھوٹی سی  
 ٹولی ہیں۔ انہوں نے ہمیں بہت ہی غصہ دلایا

ہے۔

(الشعراء - ۴۷)

طرح طرح کے دوسرے ظلم و ستم ان پر توڑنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اصحابِ موسیٰ کو یہ مناجات اپنے حق میں کرنا پڑی۔

(۱۰۰) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا قِنْدَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَتَجْعَلْ بَرَحْمَتِكَ مِنِ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (یونس - ۹۷)  
 اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق  
 نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے سدفے میں ان کافر  
 لوگوں سے نجات دے۔

غرض ساری ہی تبلیغی جدوجہد کے بعد بھی حضرت موسیٰ کی بات کی کسی نے تصدیق نہ کی۔ بجز ایک مٹھی بھر جماعت کے۔

(۱۰۱) فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّتُهُ مِّنْ تَوْبِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ۔  
 تو موسیٰ پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل  
 آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے  
 حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ انہیں

آزار نہ پہنچائے۔

(الباقا)

اور خود حضرت موسیٰ کو ہر طرح عاجز و مایوس ہو کر عذابِ الیم کی بددعا فرعون اور فرعونوں کے حق میں کرنا پڑی۔

(۱۰۲) وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ

اور موسیٰ نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار

فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِكَ زِينَةً وَأَمْوَالًا  
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ  
 سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ  
 وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا  
 حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ -  
 (یونس - ۹۷)

تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان  
 تجمل اور طرح طرح کے مال دہیوی زندگی میں،  
 اے ہمارے پروردگار، اسی واسطے دے رکھے  
 ہیں کہ وہ تیری راہ سے گمراہ کرتے رہیں، اے  
 ہمارے پروردگار ان کے مالوں کو نیست نابود  
 کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، تو  
 یہ ایمان نہ لانے پائیں، یہاں تک کہ عذاب  
 الیم کو دیکھ لیں۔

عام اور مستقل روش فرعونیوں کی حضرت موسیٰ کی دعوت کے ساتھ تضحیح ہی کی ہی  
 جب کسی عذاب الہی کی جھلک دیکھتے تو ذرا دیر کے لئے جھکتے اور حضرت موسیٰ کی خوشامد  
 میں لگ جاتے، لیکن جوں ہی عذاب ٹل جاتا، اور گرفت خداوندی ڈھیلی ہو جاتی، تو  
 محال کی سرکشی پھر ابھر آتی اور اسی ڈھسانی سے وہ پیمر برحق کا مقابلہ کرنے لگتے۔

(۱۰۳) فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَاهُمْ  
 مِنْهَا يَضْحَكُونَ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ  
 آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَ  
 أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ  
 يَرْجِعُونَ وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّحَرَاءُ  
 لَمَّا رَأَيْتُمْ بِمَاعِزِهِمْ عِنْدَ إِيَّاكُمْ  
 لَمَّا هَمَّتُمْ أَنْ تَفْلِتُوا فَكُنَّا نَسْخَرُهُمْ  
 إِذَا هُمْ يَنْسُكُونَ - (الزخرف - ۵۷)

جب موسیٰ ان کے (یعنی فرعون اور اس کے  
 سرداروں کے) پاس ہمارے نشانیاں لے کر آئے  
 تو وہ لگے اُن پر ہنسنے۔ اور ہم ان کو جو بھی نشانی  
 دکھلاتے تھے۔ وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر  
 ہی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو عذاب کی گرفت  
 میں لیا، تاکہ وہ باز آجائیں۔ وہ لوگ بولے  
 کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے پروردگار  
 سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تم سے  
 وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے پھر



اَقْتُلُوا اَبْنَاءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُۥ ۖ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ  
 وَاسْتَعْيَبُوْا نِسَاءَهُمْ ۚ  
 (المومن - ۳۷)

لے کر آئے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ جو شخص ان کے  
 ساتھ ایمان لے آئے ہیں، ان کے بیٹوں کو ہلاک  
 کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔

سرداروں اور اہل دربار نے کہا کہ یہ موسیٰ اپنے ساتھیوں سمیت کب تک آزاد پھرتا  
 رہے گا اور سرکاری ریت اور حکومت کی توہین کرتا ہے گا؟ فرعون نے جواب میں وہی کہا کہ  
 ہم ان لوگوں کی اولاد کو ذکر و جیتاجی نہ چھوڑیں گے، آخر اقتدار ہمارا ہی ہے۔

(۱۰۷) وَقَالَ الْمَلِكُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ  
 اتَذَرُ مُوسٰى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوْا  
 فِي الْاَرْضِ وَيَذَرُكَ وَالْهَيْكَلُ قَالَ  
 سَنَقْتُلُ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَبْجِي نِسَاءَهُمْ  
 وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۔ (الاعراف - ۱۵۷)

فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور ان  
 کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ ملک میں فساد  
 کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں  
 کو ترک کئے رہیں (فرعون نے) کہا کہ (نہیں)  
 ہم ان کے بیٹوں کو ہلاک کرنا شروع کرتے ہیں  
 اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہمارا  
 ہر طرح ان پر زور ہے۔

بلکہ اب خود حضرت موسیٰ فرعون کی نظر میں واجب القتل ٹھہر چکے تھے اس لئے  
 کہ وہ (بہ قول اس کے) ملک میں فساد پھیلا رہے تھے اور نظام دین کو درہم برہم  
 کر رہے تھے۔

(۱۰۸) وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ  
 مُوسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهُۥ اِنِّىْۤ اَخَافُ  
 اَنْ يَّبْدِلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي  
 الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ (المومن - ۲۷)

اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰ کو قتل  
 کر ڈالوں گا مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے دین  
 کو بگاڑ دے گا۔ یا ملک میں فساد کر دے گا۔

فرعون بالآخر اپنے کفر کو دار کو پہنچا اور سمندر میں اس کی غرقابی ہوئی، لیکن حضرت



موسیٰ وہاں دو دو پیمبروں سے اتنی شدید گستاخیوں اور بے ہودگیوں کے بعد۔

اور خیر فرعون تو ایک بد دین اور اپنی خدائی کا مدعی تھا، خود اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت موسیٰ کو جو کچھ پیش آیا۔ وہ ہرگز آپ کے مرتبہ نبوت کے شایانِ احترام نہ تھا۔ آپ کہاں تو اسرائیلیوں کو فرعون کے تسلط سے نجات دلانے کی فکر میں مستغرق رہتے تھے۔ کہاں خود ان لوگوں نے بجائے اظہارِ ممنونیت کے الٹی طعنہ زنی شروع کی،

(۱۰۹) قَالُوا اَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ اَنْ يَرُوبَّ بَوْلٌ لَّهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (ہمیشہ) مصیبت ہی میں رہے۔ تمہاری آمد سے پہلے ہی اور تمہاری آمد کے بعد بھی۔

(الاعراف - ۱۵۷)

آپ سے مطالبہ اس کا کیا، کہ ہمیں خدا کا مشاہدہ کرا دیجیے۔ جب ہم آپ کو سچا جانیں گے۔

(۱۱۰) يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ بِكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً - (البقرہ - ۶۷) ہم دیکھ لیں خدا کو حکم کھلا۔

ایک موٹی سی بات یہ کہ آپ نے ایک گائے کی قربانی کا ان کو حکم خداوندی پہنچایا، اس تک کا انہوں نے یقین نہ کیا، بلکہ گستاخانہ بولے۔

(۱۱۱) اَتَتَّخِذُ نَٰهْرُوًا - (البقرہ - ۷۸) یہ کیا تم ہم سے مسخرہ بن کر رہو۔

آپ نے مصر سے باہر لا کر، اور فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر، جب ارضِ فلسطین میں جہاد کا حکم دیا۔ تو کتنا رڑا کر جواب دیا۔

(۱۱۲) قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِیْہَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْہَا فَاِنْ یَخْرُجُوْا مِنْہَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ - (المائدہ - ۲۷)

بولے کہ اے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ تو بے شک ہم جانے کو تیار ہیں۔

اور جب آپ نے سمجھایا، تو گستاخی اور تضحیک کی لے اور بلند ہوئی اور یوں گویا ہوئے۔

(۱۱۳) یٰمُوسٰی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا اَوْ اَمَدًا ۚ اِنَّا نَجْعَلُ لَكَ خَلْقًا ؕ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا ۗ اِنَّا هَاهُنَا قٰحِدُوْنَ۔ (المائدہ - ۴۷)

وہ لوگ وہاں موجود ہیں۔ تو تم اور تمہارا پروردگار صاحب  
وہاں جائیں اور لڑاں بھڑان کریں تو یہاں سے سرکے نہیں۔

مسلل نافرمانی و سرکشی کو دیکھ، آخر آپ کی زبان پر آیا۔

(۱۱۴) یَقُوْمُ لِعٰدُوْنِکَ وَذٰلِیْکَ لَعَلَّکُمْ ۙ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَیْسَ لَکُمْ ۙ (الصفت - ۷۱)

اے میری قوم، داتو، تم آخر مجھے کیوں ستاؤ، درآئی ایک خود  
جانتے ہی ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول (ہو کر آیا) ہوں۔

اور مجبور ہو کر آپ کو یہ عا کرنی پڑی۔

(۱۱۵) رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاِخْوٰی ۙ فَافْرِقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔ (المائدہ - ۴۷)

اے میرے پروردگار، میں بجز اپنی ذات اور اپنے  
بھائی کے اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا ہوں، تو تو ہی  
ہمارا اور اس بدکردار قوم کے درمیان فیصلہ کرے۔

حد یہ ہے کہ آپ کی چند روزہ غیر حاضری کے زمانہ میں گوسالہ پرستی جیسے کھلے ہوئے شرک

کے مرکب ہوئے قرآن نے انہیں ان کی تاریخ کا یہ تاریک ترین دور یاد دلایا۔

(۱۱۶) وَاذْوَ عَدَاۤءُ مَوْسٰی اَرْعَبَیْنِ لَیْلَتَۃً ۙ ثُمَّ اتَّخَذْنَا الْمُجْرِمِیْنَ اٰبَدًا ۙ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ (البقرہ - ۶۷)

وہ دقت یاد کرو، جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں  
کا وعدہ کیا، پھر تم لوگوں نے ان کے پیچھے گوسالہ کو  
(بطور معبود) اختیار کر لیا اور ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔

مشرکوں کو دیکھ کر اپنے پیغمبر کے ہوتے ساتے انہیں بھی شوق پیدا ہو گیا کہ کسی مورتی کی پوجا

کریں۔ اور غضب کی ڈھٹائی یہ کہ اس کی فرمائش خود اپنے پیغمبر تک سے کر بیٹھے۔

(۱۱۷) قَالُوْا یٰمُوسٰی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا کَمَا ۙ لَہُمْ اِلٰہَةٌ۔ (الاعراف - ۱۶)

بوتے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک دیوتا ایسا تجویز  
کردو۔ جیسے کہ ان (مشرکوں) کے یہ دیوتا ہیں۔

آپ نے تو ظاہر ہے کہ ڈانٹ پٹکار دیا۔ لیکن ادھر آپ عاضی طور پر ہٹے، کہ اُدھر انہوں

نے ایک گوسالے کی پوجا شروع ہی کر دی۔

(۱۱۸) وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مَوْسٰی مِنْۢ بَعْدِہٖ ۙ اور موسیٰ کی قوم نے ان کے پیچھے پیچھے ایک گوسالے کو

حَسْبَهُمْ عِجْلًا حَسَدًا ۚ خَوَارِدًا ۝ (۱۸۷) (معبود) ٹھہرایا، جو ایک قاب تھا، جیسا ایک آواز تھی۔  
حضرت ہارونؑ جو آپؑ کی قائم مقامی کر رہے تھے، اپنی والی سمجھاتے رہے کہ یہ کیا غضب  
کر رہے ہو۔

(۱۸۸) لَقَوْمٍ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ وَانْتَ رَبَّانَا ۝ (۱۸۹) اے میری قوم والو، تم اس کے سبب گمراہی میں پھنس  
الرحمن فاتبعوني واطيعوا امري۔ گئے ہو، تمہارا پروردگار تو رحمن ہے۔ سو تم میری  
پروردی کرو۔ اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔ (۱۹۰)

وہ بھلاؤں کی کیا سنتے۔ بولے تو یہ بولے۔

(۱۹۰) لَنْ تَبْرَحَ عَلَيْهِ خُفَيْنٌ حَتَّى يَرْجِعَ ۝ (۱۹۱) اے میری قوم پر مجھے بیٹھے رہیں گے۔ یہاں تک کہ موسیٰ ہمارے  
اینا موسیٰ۔ (۱۹۲) پاس واپس آجائیں۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ بد بختوں نے حضرت ہارونؑ کے ساتھ گستاخ دہنیوں میں کوئی کسر  
اٹھانہ رکھی۔ انہیں خود اپنی جان کے لئے بڑے گئے حضرت موسیٰؑ نے واپس آ کر جب ان سے مواخذہ  
کیا ہے تو بیچارہ نے بیان کیا کہ قوم تو میری دشمن بلکہ آمادہ قتل ہو گئی تھی۔

(۱۹۱) اِبْنُ اٰمَرَ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّوْنِي ۝ (۱۹۲) اے میرے ماں جائے (بھائی) قوم نے تو مجھ کو بے حقیقت  
سمجھ لیا، اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل ہی کر ڈالیں تو تم  
مجھ پر (ان) دشمنوں کو مت ہنسواؤ۔ اور نہ مجھ کو نال  
لوگوں کے ذیل میں شمار کرو۔ (۱۹۳)

قارون بھی مصری و قبطی نہ تھا۔ آپؑ کی قوم اسرائیل ہی کا ایک سرمایہ دار فر د تھا۔ لیکن اس  
نے بھی آپؑ کی شریعت سے سرتابی کی، اور قرآن مجید نے اس کا عبرت ناک انجام بیان کیا ہے۔

(۱۹۲) اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسٰى فَبَغٰ ۝ (۱۹۳) قارون موسیٰ کی برادری میں سے تھا۔ سو اس نے ان  
علیہم۔ (القصص، ۸۷)

اور بھی طرح طرح کے الزامات آپؑ پر لگانے والے آپؑ ہی کے قوم والے تھے۔ آپؑ کی صفائی  
خود حق تعالیٰ نے پیش فرمائی۔ اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ قوم موسیٰؑ کی ریس نہ کریں۔

(۱۹۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوْا اَكَاالِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَلَوْ رَدُّوْا عَلٰى اٰمَنُوْا ۝ (۱۹۴) اے ایمان والو، تم ان لوگوں کی طرہ نہ ہو جانا جیسا

اَدَّوْا مَوْسٰی فَاَکَا اللّٰهُ مِنْهَا قُلُوْا۔ نے موسیٰ کو اذیت دی۔ سو ان کو اللہ نے ان لوگوں کی تہمت سے بری ثابت کر دیا۔ (الاحزاب - ۶۷)

سلسلہ اسرائیلی کے خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ مسیح ہوئے ہیں۔ آپ کی بھی قوم کے بڑے حصے نے آپ کی دعوت کا استقبال مخالفت ہی سے کیا اور آپ کو اپنے رفیقوں معاونوں کے لئے پکار کر ناپڑی۔

(۱۲۳) کَمَا قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْخَوَارِیِّیْنَ مِنْ اَنْصَارِیْ اِلٰی اللّٰهِ قَالَ اَلْعَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاَمَنْتُمْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَكَفَرُوْا طَائِفَةٌ۔ (الصف - ۲۷)

جیسا عیسیٰ بن مریم نے کہا، کہ اللہ کے لئے میرا کون مددگار ہوئے۔ تو حواری بولے کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ تو ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے (آپ پر) ایمان لایا۔ اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔

بعض انہیں حواریوں اور انصار اللہ کے سوا، باقی امت مخالفت شدید پر کمر بستہ رہی، اور دشمنی کی آخری حد تک بھی پہنچ جانے سے نہ چوکی۔

(۱۲۵) فَلَمَّا اَحْسٰی عِیْسٰی مِنْهُمْ الْکُفْرَ قَالَ مِّنْ اَنْصَارِیْ اِلٰی اللّٰهِ..... وَمَكَرُوْا وَمَكَّرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَبِیْرُ الْغٰیْبِیْنَ۔ (آل عمران - ۵۷)

جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو بولے کہ تم میں کئی ایسے بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے... (غرض یہ مخالفین خوب چالیں چلے اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر سے کام لیا، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اپنے خیال میں تو ان لوگوں نے آپ کو شہید ہی کر ڈالا تھا، اور اپنے اس کارنامہ کو فخر سے بیان کرتے تھے۔ اور حضرت کے نسب پر گندہ حملہ اس پر مستزاد۔

(۱۲۶) وَیُکْفِرْهُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (النساء - ۲۲)

اور ان (اسرائیلیوں) کے کفر کے باعث اور حضرت مریم پر ان کے بھاری بہتان رکھنے کے باعث۔ اور ان کے اس قول کے باعث کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو مار ڈالا۔

جب یہ سنت سائے انبیاء کی رہ چکی ہے، تو خاتم الانبیاء کے حق میں کیوں نہ پوری ہوتی بلکہ آپ کے حق میں تو وہ اوروں سے بڑھ کر پوری ہوتی۔

یہ شخصیں تو خوطبیین کی عام تھی، کہ آپ (نور اللہ) یہ کلام گھر گھر لائے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعوے کو بار بار دہرایا ہے۔ گو سوال کے طور پر۔



الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ (الاحقاف - ۱۷)  
 جاتی ہیں تو جو لوگ ، وہ حق کے متعلق جب وہ ان کے پاس آجاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔  
 (۱۷۶) وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا آفَافُ مَقْتَرَىٰ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔ (النبا - ۷۵)  
 اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ اس کے ایک گھڑی ہوئی ٹکڑا۔ اور جو کافر ہیں وہ حق کے متعلق کہتے ہیں۔ جب وہ ان کے پاس آگیا کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔

بلکہ بعض اس مفہوم کو اور زور و شدت سے بیان کرتے۔

(۱۷۸) وَقَالَ الْكُفَرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ رَسُلٌ اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو برا جھوٹا سحر ہے۔

اور آپس کی سرگوشیوں میں اپنی اس تشخیص کو بہ طور راز بیان کرتے۔

(۱۷۹) وَأَسْرَدَ النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْلَ هَذَا الْبَشَرِ مِمَّنْ لَكُمْ آفَاتُ تَوَنُّ السِّحْرُ وَأَنْتُمْ تَبْصِرُونَ۔ (الانبیاء - ۱۷)  
 اور یہ ظالم لوگ چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ تو محض تم جیسے ایک بشر ہیں، تو کیا تم (یہ جانتے ہوئے بھی) سحر کی بات سننے کو جاؤ گے۔

(۱۸۰) وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنَّا تَتَّبِعُونَ الْأَرْجُلَ سَعُورًا۔ (نہی اسرائیل - ۷)  
 جبکہ وہ سرگوشی (آپس میں) کرتے ہیں اور جبکہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو ان ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔

سحر کے علاوہ ایک تشخیص شاعری اور جنون کی بھی تھی کسی نے کہا۔ جنون زدہ ہیں، کسی نے کہا، زہر شاعر ہیں۔ تو کیا کسی شاعر کی خاطر ہم اپنے عقائد قدیم سے دست بردار ہو جائیں؟

(۱۸۱) وَيَقُولُونَ آيَتُ الْتَارِكُوا آلِهَتَنَا بِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ۔ (الصفٹ - ۲۷)  
 یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر جنون زدہ کی خاطر چھوڑ دیں۔

اور بعض کے ہاں کچھ اس قسم کی کچھڑی پکی۔

(۱۸۲) قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَا بَلْ هُوَ شَاعِرٌ خُلِّيًّا تَنَابَايَةً كَمَا أُرْسِلُ الْأَوَّلُونَ۔ (الانبیاء - ۷۱)  
 بلکہ یہ پریشاں خیالیاں ہیں نہیں بلکہ انہوں نے اس (کلام) کو گھڑ لیا ہے نہیں بلکہ یہ تو ایک شاعر ہیں۔ پس انہیں چاہیے کہ ہم اسے پاس کوئی معجزہ لے آئیں جیسا کہ پہلے لوگ (معجزہ کے ساتھ) رسول بلائے گئے تھے۔

جنون زدہ ہونے کا اتہام بھی صاف صاف لگا۔

(۱۸۳) قَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا اور ان کے پاس کھول بیان کرنے والا رسول آیا۔ تو انہوں

عَنْهُ وَقَالُوا أَهَؤُلَاءِ مَتَجَنُّونَ۔ (الرحمن ع) نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، اور بولے، کہ یہ تو

سکھیا پڑھایا ہوا دیوانہ ہے۔

جواب میں خود پیغمبر کی زبان سے کہلایا گیا، کہ ذرا سوچو تو، اور الگ الگ بھی اور مل جل کر بھی

سوچو، کہ مجھ میں جنون کا کون سا شائبہ ہے۔

(۱۴۴) قُلْ إِنَّمَا أَعْطِيكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ

تَقُولُوا لِلَّهِ عَشْرٌ وَقَدْ أَدَّى تَمَّ تَقْلُوبُوا

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ حِجَّةٍ۔ (السا۔ ۶۷) پھر یہ سوچو، کہ تمہارے رفیق (یعنی پیغمبر) میں (کسی

درجہ میں بھی) جنون نہیں۔

اور اس قسم کی جوابی آیتیں جو قرآن مجید میں آئی ہیں۔

(۱۴۵) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى۔ (النجم۔ ع) تمہارے (یہ) رفیق نہ بہکے نہ ٹھٹھکے۔

(۱۴۶) أَفَتُرَى عَلَى اللَّهِ كِنَآءٌ أَمْ رَبِّهِ جِنَّةٌ۔ (السا۔ ع) اس نے اللہ پر یا تو جھوٹ گھڑ لیا۔ یا اسے جنون ہے؟

(۱۴۷) مَا ضَا حِبُّكُمْ بِمَجْنُونٍ۔ (التکویر) تمہارے (یہ) رفیق (ذرا بھی) مجنون نہیں۔

(۱۴۸) مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ۔ (القلم۔ ع) اور آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(۱۴۹) وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ۔ (الحاقہ۔ ۱۷) اور (یہ) کلام کا ہن کا نہیں۔

(۱۵۰) فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا

مَجْنُونٍ۔ (الطور۔ ۷۷)

صاف اس پر دلالت کرتی ہیں، کہ آپ کو 'ضال'، 'غوی'، 'مجنون'، 'کاہن'، سب کچھ کہا گیا اور

سمجھا گیا۔ تو بہن، تخفیر، تفصیح کا کوئی درجہ اس کے بعد بھی باقی رہ جاتا ہے؟

اور مجنون تو آپ کو کھلم کھلا کہا گیا۔

(۱۵۱) وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ۔ (القلم۔ ع) اور آپ کے لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ یقیناً مجنون ہیں۔

(۱۵۲) وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ

إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ۔ (الحجر۔ ۱۷) کے مطابق قرآن آتا رہا ہے تم تو فردہی مجنون ہو۔

اور آپ کے لئے گھڑنے والے (مفتری) کا لقب تو عام تھا۔

(۱۵۳) قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ مُعَذِّبُكَ (النحل - ۷۸) کہتے ہیں کہ تم تو بس مغزی ہی ہو۔

آپ کے پیام و دعوت پر حیرت سب کو تھی، اور آپ کے دعوے کو حیرانگیز و بے جا قرار دیتے تھے۔

(۱۵۴) وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ (ص - ۱۷) اس پر انہیں حیرت تھی کہ انہیں میں سے ایک نے ان کے

والا پیدا ہو گیا۔

(ص - ۱۷)

(۱۵۵) أَجْعَلُ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (ص - ۱۷) انہوں نے سارے خداؤں کو ایک خدا کر دیا۔ یہ بات تو

بڑی ہی عجیب ہے۔

(ص - ۱۷)

(۱۵۶) مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْأَيَّامِ الْأُولَىٰ هَذَا إِلَّا اِخْتِلَافٌ (ص - ۱۷) یہ بات کبھی مذہب میں تو ہم نے سنی نہیں یہ تو ایک نئی

گھڑی ہوئی چیز ہے۔

(ایضاً)

(۱۵۷) عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجَبٌ (ق - ۷) انہیں اس پر حیرت ہے کہ انہیں میں سے ایک نے ان کے

والا آیا، کافر کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے۔

(ق - ۷)

غرض یہ کہ آپ کی رسالت پر انکار شدید تحقیر و اہانت کے ساتھ ملا ہوا، سب مورقوں میں مشترک ہوا۔

(۱۵۸) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ الْآيَاتُ مِنْ رَبِّكَ قُلْ إِنَّمَا الْإِنشَاءُ لِي وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ (ص - ۱۷) کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔

(الرعد - ۶۷)

اور آپ سے یہ لوگ لڑتے جھگڑتے رہتے۔

(۱۵۹) يَجَادِلُونَكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا رِجَالٌ شَاظِرَةٌ إِلَىٰ أَسْمَافٍ (ص - ۱۷) آپ سے یہ لوگ حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

انکار و تکذیب پر برابر قائم رہتے،

(۱۶۰) أَمْ لَهُمْ يُعَذِّبُهُمْ ذُنُوبُهُمْ لَمْ يَلْعَنُ اللَّهُ لِلْمُكَذِّبِينَ (ص - ۱۷) کیا یہ لوگ اپنے رسول سے (یعنی ان کے خصوصیات سے) واقف نہ تھے اور اس لئے ان کے منکر ہیں۔

(المومن - ۷۷)

آپ کا اعزاز و اکرام الگ رہا۔ آپ کے ساتھ معزول کا عام شیوہ تھا۔

(۱۶۱) وَإِذَا رَأَوْا الَّذِينَ كَفَرُوا وَارْتَبَوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُمْ (ص - ۱۷) جب آپ کو یہ کافر لوگ دیکھتے ہیں، تو بس آپ کو تسخیر

کا نشانہ بناتے ہیں۔

(الانبیاء - ۳۷)

طنز و تمسخر سے کہتے کہ کیا یہی حضرت ہیں جنہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۱۶۲) وَإِذَا رَأَوْاكَ أَنْ يَنْخَلِطَ إِلَيْكَ (ص - ۱۷) اور جب آپ کو یہ دیکھتے ہیں تو بس تسخیر کرنے لگتے



هَذَا مَا أَهْلَ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا (الفرقان - ۷) ہیں، کہ یہ وہ ہیں جنہیں اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔

اسی استہزاء عام کے مقابلہ میں آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔

(۱۶۳) إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (الحجر - ۷) ان استہزاء کرنے والوں سے ہم آپ کے لئے کافی ہیں۔

بہر صورت آپ کو اذیت ہی پہنچتے رہے۔

(۱۶۴) ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ یہ اس لئے ہوا کہ یہ لوگ تکذیب پہنچاتے رہے اللہ اور

(الانفال - ۲۴) اس کے رسول کو۔

طنز و تعریض کے ساتھ کہتے کہ یہ کیسے رسول ہیں، جو بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھاتے

پیتے بھی رہتے ہیں۔

(۱۶۵) قَالُوا هَالِكِ هَذَا الرَّسُولُ يَأْكُلُ الطَّعَامَ بُولُهُ کہ اس رسول کو یہ کیا ہو گیا ہے، کہ کھانا کھاتا

بیمشی فی الْأَسْوَاقِ۔ (الفرقان - ۱۴) ہے۔ اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اور چونکہ قرآن مجید کو تصنیف محمدی سمجھتے ہیں، قدرنا آپ سے اس کی بھی فرمائش کرتے کہ

فلاں قسم کے بجائے فلاں قسم کی آیتیں لائیے۔

(۱۶۶) وَإِذَا تَلَىٰ عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ بَيَّنَّتْ قَالَ اور جب ان پر ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا آتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ توجہ لوگوں کو ہماری ملاقات کا یقین ہی نہیں، وہ

هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ۔ (یونس - ۲۴) کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا قرآن لے آ دیا اسی میں کمی کر دو۔

رسول کو جب کوئی خوشگوار واقعہ پیش آتا، تو یہ لوگ کڑھتے۔ اور جب آپ کو کوئی ناگوار

پیش آتی، تو اس پر خوشی مناتے۔

(۱۶۷) إِنْ نَصَبْتَ حَسَنَةً تَسْوُهُمْ وَإِنْ نَصَبْتَ مُصِيبَةً يَقُولُوا أَقْدَانَا أَهْرْنَا اگر آپ کو کوئی خوشی پیش آتی ہے۔ تو انہیں رنج ہوتا ہے۔

اور اگر آپ کو کوئی افساد پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم

مِنْ قَبْلِ وَتَيَوَّنُوا وَهُمْ قَوَّحُونَ۔ (التوبة - ۷) تو پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی۔ اور خوش ہوتے چلے جاتے ہیں۔

آپ کے لئے بد تمیزی کے فقرے بھی استعمال کرتے رہتے۔

(۱۶۸) مِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ ان میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو ہمیں کوسلتے رہتے ہیں۔ اور

هُوَ أَذُنٌ۔ (التوبة - ۸) کہتے ہیں کہ یہ کان کے کچے ہیں۔

اور بھی طرح طرح سنائے۔

(۱۶۹) وَإِنَّ يَكْذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ لَقَوْكَ  
بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (الْقلم: ۷)  
اور جو کافر ہیں جب قرآن سنتے ہیں، تو قریب ہوتا ہے  
کہ اپنی نظروں سے گھور گھور کر آپ کو جگہ سے ہٹا دیں گے۔

آپ کی مجلس میں بیٹھتے بھی تو بات بڑی بے توجہی سے سنتے۔

(۱۷۰) وَبَنَّهُمْ مِّنْ يَّمِينِكَ حَتَّىٰ إِذَا  
خَسِرُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا  
الْعِلْمَ عَادَا قَالُوا إِذَا (محمد: ۲۷)  
انہیں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے  
ہیں۔ لیکن جب وہ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو جو  
اہل علم ہیں۔ ان سے پوچھتے ہیں کہ ایشیوں نے ابھی کیا کہا۔

اور فلاں مضمون کی آیتیں جب ہوتیں تو یہ لوگ انتہائی خوف و حزن کے ساتھ آپ کی  
طرف دیکھتے اور ان کے چہروں پر مردنی چھا جاتی۔

(۱۷۱) وَأَيَّتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَسٌ  
يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَفَرًا مَّغْشِي عَلَيْهِ  
الْمَوْتُ (محمد: ۳۷)  
آپ ان لوگوں کو کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، دیکھیں  
گے آپ کی طرف ان شخص کا دیکھنا دیکھتے ہیں، جس پر  
موت کے خوف سے بے ہوشی طاری ہو۔

فخر سے کہتے، کہ ہم پر تبلیغ کا اثر مطلق نہ ہوگا، ہمارے عقیدے ہمارے دلوں میں خوب راسخ ہیں۔  
(۱۷۲) فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ  
وَقَالُوا أَخْلَوْا بَنَاتِنَا فِي الْكِنَانِ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ  
وَفِي أَدَانَا وَقَرَّوْا مِن بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ  
حِجَابٌ (رحمہ السجدہ: ۱۷)  
ان میں سے بہتوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ سنتے ہی نہیں  
اور کہتے ہیں کہ تم جن بات کی طرف ہم کو بلاتے ہو، اس کی  
طرف سے ہمارے دل پر دودھیں ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں  
ٹاٹ ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔

قرآن مجید نے جہاں ایسے سرکشوں، مانہنجاروں کا انجیام دینا کیسا ہے وہاں ان کا یہ جرم  
بھی تو بیان کر دیا ہے کہ یہ لوگ رسول کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔

(۱۷۳) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْطَدُوا عَنْ  
سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا  
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ (محمد: ۴۷)  
جو لوگ کافر ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں  
اور بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی ہے  
رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔

حوصلے اور ارادے یہ تھے کہ آپ کو جلا وطن کر کے رہیں۔

(۱۷۴) وَإِنْ كَادُوا يَسْتَغْفِرُونَكَ مِنَ الْأَرْضِ  
يَسْخَرُونَكَ مِنْهَا۔ (بنی اسرائیل - ۸۷)  
اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کے قدم اس سرزمین سے  
اٹھا دیں۔ تاکہ آپ کو یہاں سے نکال دیں۔  
خراج اور قید کیا معنی، آپ کے قتل تک کے منصوبے تیار ہو چکے تھے۔

(۱۷۵) وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
لِيَتَّبِعُونَكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَ  
يَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ۔ (الأنفال - ۷)  
اور وہ وقت بھی یاد کیجئے۔ جب یہ کافر لوگ آپ کی  
نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا آپ کو  
ہلاک کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں یہی تدبیریں  
کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔

جب آپ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے، تو ان کا منصوبہ یہ ہوتا کہ وہیں آپ پر ہجوم کر کے آپ  
کو جان ہی سے مار ڈالیں۔

(۱۷۶) وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا  
يَكُونُوا عَلَيْهِ لَبِدًا۔ (الحج - ۱۷)  
اور جب اللہ کا بندہ (خاص) اس کی عبادت کو کھڑا ہوتا، تو  
قریب ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس پر ہجوم کر کے اس کو  
مار ہی دیں۔

اور غیر منافقین و معاندین کا تو ذکر ہی نہیں۔ خود آپ پر ایمان رکھنے والے سب کے سب ایسے  
نہ تھے، کہ ہر حال میں آپ کی ہدایات ہی پر عمل لیتے۔ بشریت ان میں سے بھی بعض پر کبھی کبھی غالب  
آہی جاتی۔ قرآن مجید ہی کی شہادت ہے۔

(۱۷۷) وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا  
إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔ (المحجہ - ۲۷)  
یہ لوگ جب کسی تجارت یا تماشے کی چیز کو دیکھ پاتے  
ہیں تو ادھر دوڑنے کو بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا  
ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

اور ایک دوسرے پیغمبر جلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی امت بنی اسرائیل  
نے جو بد ہنر بیبیاں اور گستاخیاں کی ہیں ان کا ذکر ابھی چند صفحہ ادھر اسی باب میں گزر چکا ہے۔  
غرض خود پیروؤں، مقصدیوں اُمتیوں کی طرف سے بھی یہ نہ تھا کہ پیغمبر ہر موقع پر عملاً و حالاً  
مطاع و مقتدا ہی بنے رہتے۔ حضرت انبیاء کو تو عین ان کے ظرف و مرتبہ کے مطابق عام انسانوں سے کہیں  
بڑھ چڑھ کر قدم قدم پر در وادھر دکھ سہنے پڑے ہیں۔ (ختم شد)